اسلامی آدابِ معاشرت

(2)

مولانا عبدالرؤف ندوی

بسم الله الرحمن الرحيم

اسلامی آداب معاشرت

حصہ دوم

-: تألیف :-

مولانا عبدالرؤف خاں ندوی حفظہ اللہ

-: تخریج وتحقیق :-

مولانا زبیر احمد عبدالمعبود مدنی حفظہ اللہ

-: ناشر :-

مجلس التحقیق الاسلامی

تلشی پور، بلرام پور، یوپی، انڈیا

سلسلۂ اشاعت مجلس ۲۴

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: اسلامی آداب معاشرت حصہ دوم

نام مؤلف: مولانا عبدالرؤف خاں ندوی حفظہ اللہ

تخریج وتحقیق: مولانا زبیر احمد عبدالمعبود مدنی حفظہ اللہ

طبع اول سال اشاعت ۱۹۹۲ء: دو ہزار

طبع دوم سال اشاعت ۱۹۹۳ء: ایک ہزار

طبع سوم سال اشاعت ۱۹۹۸ء: دو ہزار

طبع چہارم (مع مفید اضافہ) حصہ دوم سال اشاعت ۲۰۰۸ء: دو ہزار

صفحات: ۱۹۲

کمپوزنگ: شمیم احمد خاں ندوی

مطبع:

...... ملنے کے پتے ......

۱- محمد ظفر عبدالرؤف محمدی محلّہ پوروہ لشی پور ضلع بلرامپور یوپی ۲۷۱۲۰۸

فون نمبر: 05264244008

۲- مکتبہ جریدہ ترجمان اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار جامع مسجد نئی دہلی ۱۱۰۰۰۶

۳- مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴، اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ
طبع چہارم	۸
نفس کے حقوق	۱۳
☆توبہ	۱۶
☆اخلاص	۱۷
☆اعتراف گناہ	۱۸
☆ندامت وشرمندگی	۱۹
☆معصیت سے رک جانا	۱۹
☆نزاع سے پہلے توبہ کرنا	۲۰
☆توبہ کے بعد استقامت	۲۰
☆مراقبہ	۲۱
☆محاسبہ	۲۲
☆مجاہدہ	۲۳
☆امر بالمعروف والنہی عن المنکر	۲۴
☆استغفار وتوبہ	۲۷
قرابت داروں کے حقوق	۳۰
☆صلہ رحمی کا وسیع مفہوم اوراس کے تقاضے	۳۴
☆قطع رحمی کے مقابلہ میں صلہ رحمی	۳۸
☆رشتہ داروں سے حسن سلوک کی تاکید	۴۰
☆قطع رحمی گناہ ہے	۴۰

☆صلہ رحمی سے عمر اور روزی میں برکت	۴۲
☆ایک اشکال اوراس کا جواب	۴۳
☆کنبہ پروری کا ثواب	۴۵
☆تین طرح کے جنتی	۴۵
☆غیر مسلم رشتہ دار	۴۵
پڑوسیوں کے حقوق	۴۶
☆قریبی پڑوسی	۴۷
☆حدیث میں پڑوسی کی اقسام	۴۸
☆غیر مسلم پڑوسی کا حق	۴۸
☆پڑوسی کے حقوق	۴۸
☆پڑوسی صرف کوٹھی اور بنگلا والا نہیں	۵۰
☆غریب کو حقیر نہ جانو	۵۰
☆ہمسائے کا احترام واکرام	۵۰
☆پڑوسی کے حدود	۵۱
☆بہترین پڑوسی	۵۲
☆پڑوسی کی اعانت وتکریم	۵۲
☆پڑوسی کی خبر گیری کرو	۵۳
☆پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی کا نتیجہ جہنم	۵۴
☆قیامت کا پہلا مقدمہ	۵۶
☆ایک بزرگ کا واقعہ	۵۶
☆پڑوسن کے ساتھ زنا	۵۶
☆غیر مسلم پڑوسی	۵۷
☆پڑوسی ہمیشہ کا ساتھی	۵۷

☆شادی میں پڑوسی کی مدد	۵۸
☆عمر بن عبدالعزیز کا فرمان	۵۸
☆امام ابوحنیفہ کا ایک واقعہ	۵۹
☆علامہ ثناءاللہ امرتسری کا ایک واقعہ	۶۰
مہمانوں کے حقوق	۶۴
☆مہمان نوازی	۶۵
☆غریبی میں مہمان نوازی	۶۶
☆مہمان کا حق	۶۸
☆مہمان وجہ مغفرت	۶۹
☆حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ	۶۹
☆حضرت موسیٰ اور خضر کا واقعہ	۷۰
☆میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی کا واقعہ	۷۱
☆علامہ ثناءاللہ امرتسری کا واقعہ	۷۱
☆میزبان کے حق میں دعائیں	۷۴
خاوند اور بیوی کے حقوق	۷۵
☆امانت	۷۵
☆محبت اور رحم کا جذبہ	۷۶
☆باہمی اعتماد	۷۶
☆حقوق عامہ	۷۶
☆بیوی کے حقوق	۷۷
☆خاوند کے حقوق	۸۴
☆لمبے عرصہ تک بیوی سے جدائی کی ممانعت	۹۱

مسلمانوں کے باہمی حقوق	۹۳
☆اسلامی بھائی چارہ	۹۳
☆اسلامی رویہ	۹۴
☆مومن کی مثال	۹۵
☆پیغام اخوت	۹۶
☆پہلا حق	۹۷
☆دوسرا حق	۱۰۲
☆تیسرا حق	۱۰۵
☆چوتھا حق	۱۰۷
☆پانچواں حق	۱۰۸
☆چھٹا حق	۱۱۲
☆طنز وطعنہ سے بچئے	۱۱۷
☆جھگڑے اور گالم گلوج	۱۱۸
☆اسلامی اخوت	۱۱۹
☆قطع کلامی کی حد	۱۲۳
☆پانچ بری عادات	۱۲۳
غیر مسلموں کے حقوق	۱۲۷
یتیموں کے حقوق	۱۳۶
☆یتیم کون	۱۳۶
☆سب سے اچھا گھر	۱۳۷
☆جنت میں نبی کا ساتھی	۱۳۸
☆یتیموں کے مال کی حفاظت ونگرانی	۱۴۰

☆ یتیم لڑکیوں کی شادی کے احکام	۱۴۱
فقراء و مساکین کے حقوق	۱۴۴
☆ فاقہ کش خاندان کی مدد	۱۴۵
☆ ضرورت مندوں کے حاجات کی تکمیل	۱۴۶
☆ ایک تاریخی واقعہ	۱۴۷
☆ ایک نادر واقعہ	۱۴۸
☆ ایک مثالی واقعہ	۱۴۹
☆ پریشان حال کی مدد	۱۴۹
☆ قرضدار کو معاف کر دینے کا اجر	۱۴۹
☆ ادائیگی قرض میں نیت کا اثر	۱۵۱
☆ قرضداروں کی نماز جنازہ پڑھانے کا حکم	۱۵۲
☆ قرض کی ادائیگی کی دعا	۱۵۳
غلاموں کے حقوق	۱۵۶
☆ آقا اور غلام	۱۵۹
☆ غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے	۱۶۱
☆ غلام تمہارے بھائی بہن ہیں۔	۱۶۳
محنت کشوں اور مزدوروں کے حقوق	۱۶۵
☆ سوال کرنے کی مذمت	۱۶۸
جانوروں کے حقوق	۱۷۲
☆ جانوروں کا احترام	۱۷۳
☆ رحمت الٰہی کا مستحق کون	۱۷۷
علماء کے حقوق	۱۸۰
اسلام پر بعض اعتراضات کا جائزہ	۱۸۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبع چہارم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی الانْبِیَاءِ وَعَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ . اَمَّا بَعْد :

دعوتی واصلاحی کام خالصتاً مسلمانوں کا دینی وملی فریضہ ہے قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

تم مسلمان سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کی طرف بھیجا گیا (تاکہ تم) لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو۔

ملت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو بگڑا نہ ہو آج مسلم معاشرے میں اکثر لوگ بدترین قسم کے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ خرافات منکرات اسقدر عام ہو چکے ہیں کہ انہیں معیوب نہیں سمجھا جاتا جیسے حقوق العباد کی پامالی والدین کی نافرمانی، اولاد کی غلط تربیت، اولاد میں ناانصافی، ترک نماز روزہ زکوۃ نہ دینا، چوری ڈکیتی، رشوت لینا اور دینا، جھوٹ مکاری، دھوکہ دہی، حسد، بدگمانی، کینہ، بغض، بے حیائی، نفس پرستی، بے پردگی، شراب نوشی، سودخوری، جوا بازی، سٹہ بازی، شطرنج بازی، کبوتر بازی، غیبت، چغل خوری، یتیموں کا مال کھانا، غریبوں بے کسوں بیواؤں کو دھتکارنا، پڑوسی کو ستانا، رشتہ منقطع کرنا، صلہ رحمی نہ کرنا، ماتحتوں کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناپ تول میں کمی جھوٹی گواہی دینا، عورتوں کو حقوق سے محروم کرنا، عورتوں پر ظلم ڈھانا، عورتوں کو ترکہ اور وراثت سے محروم رکھنا، عورتوں کو مہر نہ دینا، بیویوں کے جہیز اور سامان کو ہڑپ کر لینا،

بات بات پر طلاق، جہیز نہ لانے پر طلاق، بیوی کے کھیت اور مکان پر قبضہ کرنا، بہوؤں کو جلا دینا، معمولی بات پر مارنا پیٹنا، گالی گلوج دینا، عورتوں کے حقوق نہ ادا کرنا، بیواؤں اور طلاق شدہ عورتوں کو دوبارہ شادی نہ کرانا اور شادی نہ کرنے دینا، شادی کو مال بٹورنے کا ذریعہ سمجھنا، رشتہ طے کرتے وقت روپئے سامان اور قیمتی زیورات کا مطالبہ کرنا، تعلیم یافتہ لڑکوں کے لئے لاکھوں روپئے مانگنا، لمبی لمبی بارات لے جانا، دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کو اور تیسری شادی کے لئے دوسری بیوی کو طلاق دینے میں تکلف نہ کرنا اس طرح اسلام کی تمام شکلیں مٹ چکی ہیں اب تو نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ شہروں میں ہائی ایجوکیشن والی مسلم سوسائٹی میں مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے کھلے عام شادیاں کر رہی ہیں غرضیکہ اس قسم کی متعدد برائیاں معاشرے میں اس طرح عام ہیں کہ زندگی کا ایک جز بن گئی ہیں حالانکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے انہیں بدترین گناہ قرار دے کر ان سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

یہ بات شاید عام طور پر تسلیم کی جائے گی کہ دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کی بہ نسبت مسلمان اپنے مذہب سے زیادہ وابستہ ہیں ان کی کوشش رہتی ہے کہ مذہب جو حکم دیتا ہے اس پر چلیں اور جس بات سے روکتا ہے اس سے دور رہیں اس لئے امید کی جاسکتی تھی کہ مسلمان جس کے دل و دماغ اور افکار و جذبات پر دین کی پکڑ مضبوط ہے مثالی کردار کے حامل ہوں گے لیکن ہو رہا ہے اس کے برعکس افسوس کہ جو قوم دوسروں کی اصلاح و دعوت کے لئے مامور ہوئی تھی وہ اس وقت دنیا کی دوسری قوموں سے کہیں زیادہ اصلاح کی محتاج ہے۔

یہاں بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ نماز روزہ کرتے ہیں ان غیر مسلموں سے جنہیں ظاہر ہے کہ نماز روزہ سے کوئی سروکار نہیں اپنے معاملات اور اپنے طور طریقوں اور اخلاق میں کسی طرح بھی بہتر ہیں ہمارے

یہاں عام طور پر یہ سمجھا جارہا ہے کہ نماز روزہ کے پابند رہو پھر گناہ خود بخود معاف ہوتے چلے جائیں گے حالانکہ ایسا سوچنا غلط ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً﴾[۱]

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

جب تک اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام وفرامین پر پوری طرح کاربند نہ ہوں گے تو کشتی ساحل مراد پر نہ لگے گی راہ نجات صرف اور صرف اسی میں ہے کہ جب ہم عقائد کو اعمال وحقوق العباد سے ہم آہنگ کرلیں۔

ہمیں انتہائی کرب کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے غیر مسلم پڑوسی ان سے زیادہ قابل بھروسہ ہیں اور معاملات میں اکثر کھرے اترتے ہیں۔

محترم مولانا عتیق الرحمان سنبھلی حفظہ اللہ مدیر الفرقان لکھنؤ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ:[۲]

''مولانا محمد عمران خاں ندوی رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بھوپال کی تاج المساجد کی توسیع اور تکمیل میں بڑی دشواریاں سرکیں تکلیفیں اٹھائیں مسجد کے حاشیوں پر بہت سی دوکانیں بنوادی تھیں کہ ان کی آمدنی سے مسجد کی نگہداشت ہوسکے اور ملحق مدرسہ کو چلایا جاسکے اور انہوں نے یہ التزام کیا کہ یہ دوکانیں واجب کرایہ پر مسلمانوں کو دیں مقصد یہ بھی تھا کہ انہیں روزگار مل جائے لیکن زیادہ تر کرایہ داروں نے اپنے آپ کو مذکورہ رعایت اور اعتبار کا نااہل قرار دیا کرایہ مانگا گیا تو جواب ملا کرایہ کیسا؟ مسجد مسلمانوں کی ہے ہم بھی مسلمان ہیں مجبوراً انہیں بے دخل کرایا گیا اور دوکانیں غیر مسلموں کو اٹھادی گئیں روایت ہے کہ موجودہ دوکاندار وقت سے پہلے بڑھا ہوا کرایہ بلا تامل ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔''

مسلمانوں کے زوال کا اصلی سبب یہ ہے کہ اعمال کو عبادات سے بے تعلق

---

[۱] البقرۃ:۲۰۸

[۲] ماہنامہ الفرقان مئی ۲۰۰۵ء

کردیا ہے بیماری کی جڑ یہی ہے عبادات کو اعمال سے دور رکھنا حقوق العباد معاملات میں کھرا پن سے صرف نظر کا المناک انجام ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جو سراسر تصویر عبرت ہے۔

کسی کے کردار کو آنکنا ہوتا ہے تو ہم بالعموم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی ظاہری وضع قطع، شکل وصورت شریعت کے مطابق ہے اور وہ نماز روزہ کا پابند ہے یہ دیکھنے کی ہم کوشش ہی نہیں کرتے کہ کیا وہ سچا ہے معاملات میں کھرا ہے غریبوں، مجبوروں بے کسوں کی مدد کرتا ہے اپنے پڑوسیوں کو تو نہیں ستاتا دوسروں کے حقوق کو تو غصب نہیں کرتا دوسروں پر توظلم نہیں کرتا امانت میں خیانت تو نہیں کرتا؟ جھوٹ تو نہیں بولتا فراڈ تو نہیں کرتا سود تو نہیں کھاتا رشوت تو نہیں لیتا دیتا حرام تو نہیں کھاتا وعدہ خلافی تو نہیں کرتا رشتہ داروں کی طرف سے غفلت تو نہیں برتتا؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہ کتاب اسی مقصد کے پیش نظر لکھی گئی ہے کہ مسلمان غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں سے باز آجائیں اور اللہ کے فرائض واحکام کی پابندی کریں ضرورت ہے کہ اعمال ومعاشرتی اصول کو عبادات سے ہم آہنگ کرلیں۔

الحمدللہ اس کتاب کی توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی عوام وخواص نے بے حد پسند کیا اس کتاب کے حوالہ جات میں جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے یہ طریق کار اکثر و بیشتر ممالک اسلامیہ کے تحقیقی اداروں میں مستعمل ہے جس سے کتاب کی افادیت بڑھ جاتی ہے اس طرح یہ کتاب اردو زبان میں اصلاح معاشرہ کے موضوع پر نہایت جامع مستند اور مفید کتاب ہوگئی ہے۔

اس کتاب کی عظیم افادیت کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے ہاتھ میں پہونچے تاکہ اس کی مدد سے وہ اپنے اعمال افعال کو توحید وسنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

آج کی بھاگم بھاگ اور دوڑ دھوپ کی اس مشینری دور میں ہر ایک کو عدم فرصت کا شکوہ ہے موٹی کتابیں دیکھ کر گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہیں قارئین کی عدیم الفرصتی اور ہجوم کار کے پیش نظر اس ضخیم کتاب کے تین حصے کر دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں۔

شائقین حضرات کے اصرار پر قارئین کی خدمت میں اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن حصہ دوم مع مفید اضافہ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں حصہ سوم کے عناوین حسب ذیل ہوں گے:

پردہ کے آداب واحکام، زنا خاندانی نظام کی تباہی کا نتیجہ ہے، نکاح انبیاء کی سنت ہے، مسئلہ کفاءت، طلاق، ناجائز وممنوع نکاح، ولیمہ کی شرعی حیثیت، جہیز کی شرعی حیثیت، تلک، بارات، برچھکائی، رات جگائی، مہندی پسائی، سنت نبوی اور شریعت اسلامی کی مخالفت، تقریبات شادی اور ملت کے خواص، اسلامی معاشرت وغیرہ وغیرہ۔

للہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب کے لکھنے والے پڑھنے والے اور اس کی طباعت واشاعت میں کسی قسم کا حصہ لینے والوں کے لئے اس علمی صدقہ جاریہ کی اشاعت پر اجر عظیم عطا فرمائے اور اعمال حسنہ میں درج فرما کر سعادت دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

محتاج دعا

عبدالرؤف خاں ندوی

مدیر

مجلس التحقیق الاسلامی تلشی پور ضلع بلرام پور

نفس کے حقوق

انسان میں ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس پر جب کوئی خواہش غالب ہو جاتی ہے تو وہ اس کا غلام بن جاتا ہے اور اس کی خاطر جان بوجھ کر یا بے جانے اپنا بہت کچھ نقصان کر لیتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو نشہ کی چاٹ لگ گئی ہے تو وہ اس کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے اور صحت کا نقصان روپے کا نقصان عزت کا نقصان غرض ہر چیز کا نقصان گوارا کئے جاتا ہے ایک دوسرا شخص کھانے کی لذت کا ایسا دلدادہ ہے کہ ہر قسم کی الا بلا کھا جاتا ہے اور اپنی جان کو ہلاک کئے ڈالتا ہے ایک تیسرا شخص شہوانی خواہشات کا بندہ بن گیا ہے اور ایسی حرکتیں کر رہا ہے جس کا نتیجہ اس کی تباہی ہے ایک چوتھے شخص کو روحانی ترقی کی دھن سمائی ہے تو وہ اپنی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے اور نفس کی تمام خواہشات کو دبا رہا ہے اپنے جسم کی ضروریات کو پورا کرنے سے انکار کر رہا ہے شادی سے بچتا ہے کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے کپڑا پہننے سے انکار کرتا ہے جبکہ شریعت نے سختی سے روکا ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''نکاح انبیاء کی سنت ہے'' [۱]

نیز فرمایا:

''لا صرورة فی الاسلام'' [۲] ترک نکاح اسلام میں نہیں ہے۔

[۱] ترمذی أبواب النکاح

[۲] مسند أحمد: ۳۰۲/۱، ابوداؤد کتاب المناسک باب لا صرورة فی الاسلام: ۲۴۲/۲، مستدرک حاکم: ۹۵/۲

نیز فرمایا:

''عن انس کان رسول الله یامرنا بالباءة و ینهانا عن التبتل نهیاً شدیداً'' [۱]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں شادی کا حکم دیتے تھے اور ترک نکاح سے شدت سے منع فرماتے تھے۔

نیز فرمایا:

''لا رهبانیة فی الاسلام'' [۲]

اسلام میں کسی طرح کی رہبانیت نہیں۔

یعنی گھر بار بال بچوں کی ضروریات و کفالت سے بے نیاز ہو کر جنگل میں بس جانا اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

اسلامی شریعت چونکہ انسان کی فلاح و بہبود چاہتی ہے اس لئے وہ اس کو خبردار کرتی ہے کہ ''لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ'' تیرے اوپر خود تیرے اپنے بھی حقوق ہیں وہ ان چیزوں سے اس کو روکتی ہے جو اس کو نقصان پہونچانے والی ہیں مثلاً شراب نوشی، تاڑی، افیون اور دوسری نشہ آور چیزیں سور کا گوشت درندے اور زہریلے جانور ناپاک حیوانات خون مردار جانور وغیرہ کیونکہ انسان کی صحت اور اخلاق اور عقلی و روحانی قوتوں پر ان چیزوں کا بہت برا اثر ہوتا ہے ان کے مقابلہ میں وہ پاک اور مفید چیزوں کو اس کے لئے حلال کرتی ہے۔ اور اس سے کہتی ہے کہ تو اپنے جسم کو پاک غذاؤں سے محروم نہ کر کیونکہ تیرے جسم کا تیرے اوپر حق ہے وہ اس کو روزی کمانے کا حکم دیتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ بیکار نہ بیٹھ بھیک نہ مانگ بھوکا نہ مر خدا نے جو

[۱] ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی النهی عن التبتل، نسائی کتاب النکاح، ابن ماجہ أبواب النکاح سنن دارمی کتاب النکاح باب الحث علی التزویج

[۲] نیل الاوطار کتاب النکاح

قوتیں تجھے دی ہیں ان سے کام لے وہ انسان کو نفسانی خواہشات کے دبانے سے روکتی ہے اوراسے حکم دیتی ہے کہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے نکاح کرو وہ اس کو نفس کشی سے منع کرتی ہے وہ خودکشی کو حرام کرتی ہے اوراس سے کہتی ہے کہ تیری جان دراصل خدا کی ملک ہے اور یہ امانت تجھے اس لئے دی گئی ہے کہ تو خدا کی مقرر کی ہوئی مدت تک اس سے کام لے نہ اس لئے کہ اس کو ضائع کردے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے نفس کی اصلاح تزکیہ اور تطہیر کے لئے اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے اور نفس میں خرابی میل کچیل اور خبائث ونجاست سے دور رہنا چاہئے ہر مسلمان اس بات کا یقین کرتا ہے کہ نفس کی تطہیر و پاکیزگی ایمان صالح سے ہوتی ہے اوراس کی خرابی اور فساد کفر اور گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفِیَ النَّھَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ﴾[۱]

اور دن کے اطراف اور رات کے حصوں میں نماز قائم کرے بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’ان المومن اذا ذنب ذنباً کانت نکتۃً سوداء فی قلبہ فان تاب و نزع و استغفر صقل قلبہ وان زاد زادت حتی تقلو قلبہ‘‘[۲]

مومن جب گناہ کرتا ہے تواس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ بن جاتا ہے اگر توبہ کرے اوراس سے باز آجائے تو دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ میں بڑھتا رہے تو دل پر حاوی ہوجاتا ہے۔

---

۱ ہود:۱۱۴

۲ احمد واللفظ لہ ابن ماجہ ترمذی وقال حسن صحیح

نیز فرمایا:

’’اتق اللہ حیثما کنت و اتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا و خالق الناس بخلق حسن‘‘[۱]

جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو اور برائی کے ساتھ نیکی کرو وہ اسے مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔

ہر مسلمان کو اصلاح نفس کے لئے درج ذیل طریقہ اپنانا چاہئے:

(ا) توبہ:- معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان ہی کی توبہ صحیح اور درست ہوسکتی ہے توبہ کی صحت اوراس کی قبولیت کے لئے سب سے پہلی شرط اسلام ہے ہاں کافر کی توبہ اس کا اسلام میں داخل ہونا ہے توبہ سے مراد اللہ کی نافرمانیوں سے دور ہونا اور پہلے گناہوں پر ندامت وشرمندگی اور آئندہ کے لئے یہ پختہ ارادہ کرنا کہ یہ گناہ پھر کبھی نہیں کرنا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ : اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلاَ الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ اُوْلٰئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَاباً اَلِیْماً﴾[۲]

ان کے لئے توبہ نہیں ہے جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے اب میں توبہ کرتا ہوں اور ان لوگوں کے لئے بھی توبہ نہیں ہے جو کفر پر مرجائیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے وہ پہاڑوں جیسے اعمال کو بھی ضائع و برباد کردیتا ہے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ

---

۱ سنن ترمذی کتاب البرّ باب ماجاء فی معاشرۃ الناس:۳۵۵/۴ رقم الحدیث:۱۹۸۷

۲ النساء:۱۸

یَّشَآءُ ﴾۱

لوگوں کو اللہ تعالی قطعاً نہیں بخشے گا جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں ہاں شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کو جس کے لئے چاہے معاف فرمادے۔

(۲) اخلاص:- شرعی توبہ کی صحت کے لئے اخلاص اور صدق دلی لازمی شرط ہے توبہ صرف اللہ تعالی سے کی جائے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحاً﴾۲

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔

نیز فرمایا:

﴿تُوْبُوْا اِلیٰ اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہُ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾۳

اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ فلاح پاسکو۔

نیز فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْراً عَظِیْماً﴾۴

ہاں جو توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں اور اللہ تعالی پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کے لئے دینداری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اللہ تعالی مومنوں کو بہت بڑے اجر سے نوازے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان اللہ عز وجل یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیئُ النھار و یبسط یدہ بالنھار لیتوب مسیئ اللیل حتی تطلع الشمس من مغربھا“۵

اللہ تعالی رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے

۱ النساء:۴۸
۲ التحریم:۸
۳ النور:۳۱
۴ النساء:۱۴۶
۵ صحیح مسلم مع المنہاج کتاب التوبۃ باب التوبۃ من الذنوب:۱۷/۲۳۱ رقم الحدیث:۳۱(۲۷۵۹)

اور رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرے سورج کے مغرب سے طلوع تک ایسا ہوتا رہے گا۔

نیز فرمایا:

”اللہ اشد فرحاً بتوبة عبده المومن عن رجل فی أرض دوية مهلكة معه راحلته عليها طعامه و شرابه فنام فاستيقظ و قد ذهبت فطلبها حتى أدركه العطش ثم قال: ارجع الى مكانى الذى كنت فيه فأنام حتى أموت فوضع رأسه على ساعده ليموت فاستيقظ و عنده راحلته و عليها زاده فطعامه و شرابه فلله اشد فرحا بتوبة العبد المومن من هذا براحلته و زاده“۱

اللہ تعالی اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو مہلک ویرانے میں ہے اس کے پاس ایک سواری ہے جس پر کھانے پینے کی چیزیں ہیں وہ سو جاتا ہے بیدار ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی سواری غائب ہے اسے تلاش کرتا ہے پیاس اسے لگ جاتی ہے بالآخر دل میں کہتا ہے کہ اسی جگہ جاکر لیٹ جاؤں تاکہ میری موت واقع ہوجائے وہ کلائی پر ہاتھ رکھ کر لیٹ جاتا ہے سو کر اٹھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی سواری وہاں موجود ہے جس پر زادراہ کے ملنے پر اسے حاصل ہوئی اللہ اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(۳) اعتراف گناہ:- گناہوں سے ناواقفیت ہدایت کے منافی و مخالف ہے اس لئے گناہوں کے جاننے اور اس کا اعتراف کرنے کے بعد ہی توبہ درست ہوسکتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اول آخر میں انجام بد سے نجات مطلوب ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے واقعہ افک میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

”اما بعد یاعائشة! انه قد بلغنى عنك كذا و كذا فان كنت بريئة

۱ صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التوبۃ:۱۲/۳۸۱ رقم الحدیث:۶۳۰۸، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب التوبۃ باب الحض علی التوبۃ:۱۷/۲۱۹ رقم الحدیث:۳(۲۷۴۴)

فسیرؤك اللـه و ان كنت الممت يذنب فاستغفری الله اليه و توبیٰ اليه فان العبد اذا اعترفت ثم تاب تاب الله عليه ''[1]

اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں تو اگر تم ان باتوں سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کرے گا اور اگر تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اسی سے توبہ کرو اس واسطے کہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

واقعۂ افک سے مراد وہ المناک سانحہ ہے جس میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اوپر بدترین تہمت عائد کر کے ان کے اعلیٰ کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ بہت سے جلیل القدر صحابہ بھی متاثر ہو گئے تھے یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے آپ کی برأت کا اعلان کیا اور آپ کی پاکدامنی کے سلسلے میں قرآنی آیات نازل فرمائی جو تا قیامت تلاوت کی جاتی رہے گی۔

(۴) ندامت وشرمندگی:- ندامت وشرمندگی ہی سے توبہ محقق ہوتی ہے جب شرمندگی کا احساس نہ ہو تو یہ قباحت پر رضامندی کی دلیل ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''الندم توبة''[2] شرمندگی توبہ ہے۔

(۵) معصیت سے رک جانا:- توبہ کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ گناہوں سے فوراً رک جائیں اور تمام حقوق حقوق والوں کو واپس کر دیں اگر وہ مال کی شکل میں ہو اور اگر بہتان تراشی وغیرہ جیسے جرائم پر حد کی شکل میں ہو تو اپنے آپ کو حد

[1] صحیح بخاری: ۷/۴۳۴، صحیح مسلم: ۱۷/۱۱۱

[2] سنن ابن ماجہ (۴۲۵۲) مسند امام احمد: ۶۸، ۳۵، ۴۰، ۱۴۴۰، شرح السنۃ (۱۳۰۷) مستدرک: ۴/۲۴۲، علامہ ذہبی اور علامہ البانی رحمہما اللہ نے صحیح الجامع الصغیر (۶۶۷۸) میں حاکم کی تصحیح پر موافقت کی ہے۔

جاری کرنے کے لئے پیش کر دے یا اس نے جس کی بہتان تراشی کی ہے اس سے معافی طلب کرے اور اگر غیبت کی شکل میں ہو تو جس کی اس نے غیبت کی ہے اس سے معافی مانگ لے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُوْنَ وَلاَ تُظْلَمُوْنَ﴾[1]

ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

(۶) نزع سے پہلے توبہ کرنا:- غرغرہ کی حالت میں توبہ مقبول نہیں ہوتی ہے غرغرہ نزع کی حالت کو کہتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور توبہ قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

'' ان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر''[2]

بیشک اللہ تعالیٰ غرغرہ کی حالت سے پہلے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے۔

توبہ کے بعد استقامت:- یعنی توبہ کے بعد راہ مستقیم پر جمے رہنا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلاَ تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[3]

آپ جمے رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبردار تم حد سے آگے نہ بڑھنا اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر پورے طور پر نگاہ رکھنے والا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ وَ اَصْلَحُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

[1] البقرۃ: ۲۷۹

[2] شرح السنۃ: ۵/۱۹

[3] ہود: ۱۱۲

لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾۱

پھر اس کے بعد توبہ کرلیں او اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں تو پھر تمہارا رب بلاشک وشبہ بڑی بخشش والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدٰی﴾۲

بیشک میں ان لوگوں کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک اعمال کریں اور راہ راست پر رہیں۔

مراقبہ:- ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ زندگی کے لمحات میں اللہ تعالی کو پیش نظر رکھے اور اس کو کامل یقین ہو کہ اللہ تعالی اس کے ہر عمل پر باخبر ہے اس کے پوشیدہ گوشوں پر اسکی نظر ہے اور وہ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اس طرح اللہ تعالی کے جلال وکمال میں اسے استغراق کی کیفیت حاصل ہوتی ہے پھر اس کی یاد میں اسے طمانیت ملتی ہے اور اس کی اطاعت وفرماں برداری میں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾۳

اللہ تعالی کو تمہارے دلوں کی باتوں کا بھی علم ہے تم اس سے خوف کھاتے رہا کرو۔

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْباً﴾۴

بیشک اللہ تعالی تم پر مہربان ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَأنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ

۱ النحل:۱۱۹
۲ طٰہٰ:۸۲
۳ البقرۃ:۲۳۵
۴ النساء:۱

عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْداً اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ﴾۱

اور تم جس حال میں رہتے ہو اور قرآن پڑھتے ہو اور جو بھی عمل کرتے ہو تو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام میں مشغول رہتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك''۲

تو اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ ضرور ہونا چاہئے کہ گویا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ کی معیت میں مکہ مکرمہ کے سفر پر روانہ ہوا راستہ میں ایک جگہ آرام کے لئے اترے پہاڑ پر ایک چرواہا ہمارے پاس آیا حضرت عمرؓ نے اس سے کہا چرواہے ہمیں اپنی بکریوں میں سے ایک بکری فروخت کردو چرواہے نے جواب دیا میں غلام ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے سردار سے کہہ دینا اسے بھیڑیا کھا گیا ہے غلام نے جواب دیا اللہ تو دیکھ رہا ہے حضرت عمرؓ رو پڑے اور صبح چرواہے کے سردار سے ملے اور اسے خرید کر آزاد کردیا۔

محاسبہ:- دنیا عمل کا موسم ہے اللہ کے مقرر کردہ فرائض اصل سرمایہ ہیں جن کی حفاظت کرنی ضروری ہے ہر دن انسان اپنے یومیہ عمل کا محاسبہ کرے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾۳

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ جمع کیا ہے۔

۱ یونس:۶۱
۲ صحیح بخاری کتاب الایمان باب سوال جبرئیل النبی ﷺ عن الایمان:۱/۱۵۷ارقم الحدیث:۵۰
صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الایمان باب الایمان القدریۃ الاحسان:۱/۳۱ارقم الحدیث:۱(۸)
۳ الحشر:۱۸

نیز فرمایا:

﴿وَتُوبُوا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعاً اَیُّہُ الْمُومِنُونَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ﴾[۱]

اے مسلمانو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انی اتوب الی اللہ واستغفرہ فی الیوم مائة مرة"[۲]

میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ایک دن میں سو بار بخشش طلب کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"حاسبوا أنفسكم قبل ان تحاسبوا"[۳]

اس سے قبل کہ تم سے حساب طلب کیا جائے خود اپنا محاسبہ کرو۔

حضرت عمرؓ رات کے وقت اپنے پاؤں پر دُرّہ مارتے اور فرماتے تو نے آج کیا کام کیا ہے۔

باغ میں مصروفیت کی وجہ سے حضرت ابوطلحہؓ نماز سے غافل ہو گئے نماز سے فارغ ہوتے ہی سارا باغ خیرات کر دیا یہ محاسبہ نفس خود کو سزا دینے کے طور پر انہوں نے کیا۔

مجاہدہ:۔ ہر مسلمان کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس کا پہلا دشمن اس کا اپنا نفس ہے جو اس کے پہلو میں چھپا ہوا ہے یہ طبعی طور پر شر پسند اچھائی سے فرار اختیار کرتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفْسِیُ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوٓءِ﴾[۴]

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے۔

---

[۱] النور:۳۱
[۲] صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار:۱۷/۱۹۰ رقم الحدیث:۴۱(۲۷۰۲)
[۳] سنن ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ۲۵ ۴/۶۳۸ رقم الحدیث:(۲۴۵۹)
[۴] یوسف:۵۳

ایک مسلمان جب اللہ کے لئے اپنے نفس پر جہاد کرتا ہے کہ یہ نفس پاک اور مطمئنہ بن جائے اور اللہ کے اعزازات و اکرامات حاصل کرنے کا مستحق قرار پائے اسے معلوم ہو جائے کہ یہی صالحین مومنین اور نیک لوگوں کا راستہ ہے اور پھر ان کی اقتداء میں ان کے راستہ کے نشانات پر چلتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اتنا لمبا قیام کیا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

"افلا احب ان اکون عبداً شکوراً"[۱]

کیا میں پسند نہ کروں کہ شکر گذار بندہ بن جاؤں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:۔ ایک مسلمان کی ڈیوٹی ہے کہ اچھے کاموں کا پرچار کرے اور برے کاموں سے روکے اس وقت ضروری ہو جاتا ہے جب نیکی معدوم ہو رہی ہو اور برائی پھیل رہی ہو بالخصوص ان لوگوں پر جو امر و نہی کی طاقت رکھتے ہیں حقیقتاً ایمان باللہ کے بعد دینی ذمہ داریوں میں یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ﴾[۲]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو۔

نیز فرمایا:

﴿وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[۳]

---

[۱] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ "لیغفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر":۹/۵۵۸ رقم الحدیث:۴۸۳۷)
[۲] آل عمران:۱۱۰ [۳] آل عمران:۱۰۴

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی:

﴿یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اُمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[۱]

اے میرے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا۔

بنی اسرائیل پر لعنت بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ﴾[۲]

ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری عادت سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو زیادتی کرتے تھے۔

حدیث میں ہے:

”من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذالك اضعف الايمان “[۳]

جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے اگر طاقت نہیں ہے تو زبان سے منع کرے اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

نیز فرمایا:

”لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر وليوشكن الله ان يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم “[۴]

---

[۱] لقمان:۱۷

[۲] الاعراف:۱۶۵

[۳] صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الایمان باب وجوب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر :۲/ ۲۱۶۔۲۱۷ رقم الحدیث:۷۸ (۴۹)

[۴] سنن ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر :۴/ ۴۶۸ رقم الحدیث:۲۱۶۹

تم ضرور اچھائی کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے ورنہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے پھر تم اس کو پکارو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ اس بارے میں نتائج کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا:

”ما من قوم عملوا بالمعاصى و فيهم من يقدر ان ينكر عليهم فلم يفعلوا لا يوشك ان يعمهم الله بعذاب الله بعذاب من عنده “[۱]

جو قوم گناہوں میں مبتلا ہوجائے اور ان میں اسے روکنے کی قدرت والے بھی موجود ہوں اور وہ نہ روکیں تو جلد ہی اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف سے عذاب میں مبتلا کردے گا۔

ابو ثعلبہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی:

﴿لا یضرکم من ضَلَّ اذا اهتدیتم﴾

جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”يا ثعلبة مر بالمعروف و انه عن المنكر فاذا رأيت شحّاً مطاعاً و هوّى متبعاً و ذنبا موثرة و اعجاب كل ذى رأى برأيه فعليك بنفسك و دع عنك العوام ان من وّورائكم فتنا تقطع الليل المظلم للتمسك فيها بمثل الذى انتم عليه اجر خمسين منكم قيل بل منهم يا رسول الله قال لا بل منكم لا نكم تجدون على الخير اعواناً ولا يجدون عليه اعواناً“[۲]

ثعلبہ اچھائی کا حکم کرو اور برائی سے روکو جب دیکھو کہ کنجوسی کی روش جاری ہوچکی ہے اور خواہشات کی پیروی ہورہی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر اتراتا ہے پھر اپنے کو بچاؤ اور عوام سے دور ہوجاؤ آئندہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہوں گے تمہارے عقیدہ وعمل اپنانے والوں کے لئے تم

---

[۱] سنن أبی داؤد کتاب الملاحم باب الأمر والنہی :۴/ ۱۲۲ رقم الحدیث:(۴۳۳۸)

[۲] سنن أبی داؤد کتاب الملاحم باب الأمر والنہی :۴/ ۱۲۳ رقم الحدیث:۴۳۴۱

میں سے پچاس آدمیوں کی طرح ثواب ملے گا وہ پوچھ رہے تھے بلکہ پچاس انہی میں سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے ہی کیوں کہ آج نیکی کرنے میں معاون دستیاب ہیں اور اس دور میں نہیں ہوں گے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر"[۱]

ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا افضل جہاد ہے۔

استغفار و توبہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم میں دن میں ستر (۷۰) سے زیادہ مرتبہ اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں"۔[۲]

اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو کیونکہ میں دن میں سو مرتبہ اس کی طرف سے توبہ کرتا ہوں"۔[۳]

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا سید الاستغفار یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنتَ رَبِّیُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنتَ خَلَقُتَنِیُ وَ اَنَا عَبُدُكَ وَ اَنَا عَلیٰ عَهُدِكَ وَ وَعُدِكَ مَا استَطَعُتُ اَعُوذُ بِكَ مِنُ شَرِّ مَا صَنَعُتُ اَبُوءُ لَكَ بِنِعُمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوءُ بِذَنُبِیُ فَاغُفِرلِیُ فَاِنَّهٗ لَا یَغُفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنتَ"

اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں میں اپنی استطاعت کے مطابق تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے اعمال کی برائی سے میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں لہذا میرے گناہوں کو بخش دے کیونکہ گناہوں کو تو ہی بخش دیتا ہے۔

---

[۱] سنن أبی داؤد کتاب الملاحم باب الأمر والنہی: ۱۲۴/۴ رقم الحدیث: ۴۳۴۴

[۲] بخاری الدعوات باب استغفار النبی ﷺ حدیث: ۶۳۰۷

[۳] مسلم الذکر والدعاء باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ حدیث: ۲۷۰۲

نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اس دعا کو صبح کے وقت اس پر ایمان رکھتے ہوئے پڑھے اور شام ہونے سے پہلے وفات پا جائے تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا اور جو شخص اس پر ایمان رکھتے ہوئے اسے رات میں پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے وفات پا جائے تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔[۱]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کو سو مرتبہ یہ دعا پڑھتے ہوئے شمار کرتے تھے:

"رَبِّ اغُفِرلِیُ وَ تُبُ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیُمُ"[۲]

اے میرے پروردگار! تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے خواہ وہ جنگ سے بھاگا ہو:

"اَستَغُفِرُ اللّٰهَ الَّذِیُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الحَیُّ القَیُّوُمُ وَ اَتُوبُ اِلَیُهِ"[۳]

میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ حیّ و قیوم ہے میں اسی کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

"عن عمران بن الحصین رضی الله عنهما ان النبی ﷺ علم اباه حصینا کلمتین یدعو بهما اللهم الهمنی رشدی و اعذنی من شرّ نفسی"[۴]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے والد حضرت حصین کو دو کلمے سکھائے تھے جن کے ساتھ وہ دعا کرتے تھے اے اللہ! میری ہدایت میرے دل میں ڈال دے اور مجھے میرے

---

[۱] بخاری الدعوات باب فضل الاستغفار حدیث: ۶۳۰۶

[۲] أبوداؤد الصلوۃ حدیث: ۱۵۱۶

[۳] أبوداؤد الصلوۃ حدیث: ۱۵۱۷، شیخ البانی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے دیکھئے صحیح الترمذی: ۸۲/۳

[۴] سنن ترمذی کتاب الدعوات باب: ۷۰/۵۱۹۔۵۲۰ رقم الحدیث: ۳۴۸۳

نفس کے شر سے پناہ میں رکھ۔

نفس کی شرارت سے محفوظ رکھنے کا مطلب ہے کہ نفسانی خواہشات سے بچا جو دین و دنیا کی ہلاکت کا باعث ہے اور نفس کا شر یہ ہے کہ وہ انسان کو اپنی تمام تر خواہشات کی تکمیل پر مجبور کرے۔

جس نفس کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے وہ نفس امارہ ہوتا ہے جو انسان کو برائی پر آمادہ کرتا ہے وہ اس سے اپنی خواہشات کی تکمیل کراتا ہے اور پھر اسے اپنا اسیر و غلام بنا لیتا ہے ظاہر ہے کہ جو ایسا ہوگا وہ دونوں جہاں میں ناکام و نامراد رہے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[۱]

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کی بلاشبہ اللہ ظالم قوم کے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

لیکن اس کے برعکس جو شخص نفس کو (ناروا) خواہش سے روک کر رکھتا ہے تو اسے قرآن مجید میں کامیاب و بامراد بتایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى﴾[۲]

ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔

---

[۱] قصص: ۵۰

[۲] النازعات: ۴۰-۴۱

۱

۲

قرابت داروں کے حقوق

قرابت داراور رشتہ داروں کے ساتھ مسلمان کا وہی برتاؤ ہوتا ہے جو والدین اولاد اور بھائیوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ خالہ کو ماں کی طرح سمجھتا ہے چچا کو باپ کی حیثیت دیتا ہے جس طرح والدین کے ساتھ نباہ کرتا ہے ماموں اور چچا کے لئے اطاعت وفرماں برداری کے وہی جذبے رکھتا ہے غرضیکہ جس کے ساتھ بھی اس کی کسی انداز کی قرابت داری ہے چاہے وہ مومن ہو یا کافر ان کے ساتھ تعلقات جوڑتا ہے اوران کے ادب واحترام کوملحوظ رکھتا ہے اولاد اور والدین کے حقوق وآداب کی طرح لازم اورضروری گردانتا ہے بڑوں کی عزت کرتا ہے اور چھوٹوں پر رحم کرتا ہے بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے اور مصیبت زدہ کی ہمدردی وغم خواری کرتا ہے حادثہ سے دو چار ہوجائے تو تعزیت وتسلی کے لئے جاتا ہے وہ اس سے قطع تعلق کرتے رہیں تو یہ تعلقات جوڑتا ہے ان کے لئے نرم پہلو رکھتا ہے چاہے اس پر ظلم وستم اور سختی کریں اور یہ سب کچھ اس جذبہ کے تحت کرتا ہے کہ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے۔

قرآن مجید میں رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی بڑی تاکید آئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ﴾[1]

پس قرابت دار کو مسکین کو اور مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دیجئے۔

جب وسائل رزق تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور وہ جس پر چاہے اس

۱ الروم: ۳۸

کے دروازے کھول دیتا ہے تو اصحاب ثروت کو چاہئے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے ان کا وہ حق ادا کرتے رہیں جو ان کے مال میں ان کے مستحق رشتے داروں مساکین اور مسافروں کا رکھا گیا ہے رشتے دار کا حق اس لئے مقدم کیا کہ اس کی فضیلت زیادہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ غریب رشتہ دار کے ساتھ احسان کرنا دوہرے اجر کا باعث ہے ایک صدقے کا اجر اور دوسرا صلہ رحمی کا علاوہ ازیں اسے حق سے تعبیر کرکے اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ امداد کرکے ان پر تم احسان نہیں کروگے بلکہ ایک حق کی ہی ادائیگی کروگے۔

نیز فرمایا:

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾[1]

اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو۔

دولت ومال کی محبت اور ذاتی ضروریات رکھتے ہوئے قرابت داروں کی امداد بڑی نیکی کا کام ہے۔

﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى﴾[2]

اور (دراصل نیکی یہ ہے) کہ مال کی محبت کے باوجود قرابت داروں کو دے۔

نیز فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾[3]

بیشک اللہ تعالی عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

۱ بنی اسرائیل: ۲۵
۲ البقرۃ: ۱۷۷
۳ النحل: ۹۰

اوراگر قرابت داروں سے قصور ہوجائے تو بھی ان کی امداد کو نہ روکا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ ۱

تم میں جو لوگ بڑائی اور وسعت رکھتے ہیں وہ قرابت مندوں اور محتاجوں کو دینے کی قسم نہ کھالیں۔

یہ آیت کریمہ حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے بارے میں نازل ہوئی حضرت مسطحؓ جو واقعہ افک میں ملوث ہوگئے تھے فقرائے مہاجرین میں سے تھے رشتے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خالہ زاد تھے اسی لئے حضرت ابوبکرؓ ان کے کفیل اور معاش کے ذمہ دار تھے جب یہ بھی مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مہم میں شریک ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سخت صدمہ پہونچا جو ایک فطری امر تھا چنانچہ نزول آیت برأت کے بعد غصے میں انہوں نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ مسطح کو کوئی فائدہ نہیں پہونچائیں گے حضرت ابوبکرؓ کی یہ قسم جو اگرچہ انسانی فطرت کے مطابق ہی تھی تاہم مقام صدیقیت اس سے بلند تر کردار کا متقاضی تھا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی اور یہ آیت نازل فرمائی جس میں بڑے پیار سے ان کے اس عاجلانہ بشری اقدام پر انہیں متنبہ فرمایا کہ تم سے بھی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اور تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف فرماتا رہے تو پھر تم بھی دوسروں کے ساتھ اسی طرح معافی اور درگذر کا معاملہ کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیاں معاف فرمادے؟ یہ انداز بیان اتنا موثر تھا کہ اسے سنتے ہی ابوبکر صدیقؓ بے ساختہ پکار اٹھے کیوں نہیں اے ہمارے رب اب ہم ضرور یہ چاہتے ہیں کہ تو

۱ النور:۲۲

ہمیں معاف فرمادے اس کے بعد انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے حسب سابق حضرت مسطحؓ کی سرپرستی شروع فرمادی۔ (فتح القدیر۔ ابن کثیر)

رشتہ دار انسان کی قوت وطاقت کا ذریعہ ہوتے ہیں ان کی قوت وطاقت کے ذریعہ انسان قوت حاصل کرتا ہے اگر وہ کمزور ہوں تو انسان کمزور ہوتا ہے وہ صاحب مرتبہ وباعزت ہوں تو انسان بھی باعزت بن جاتا ہے اور دشمن اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ظالم ان پر ظلم سے باز رہتا ہے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا:

﴿وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ﴾ ۱

اور اگر تیرے قبیلہ کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگ سار کر دیتے اور ہم تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ۲

اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

الارحام کا عطف اللہ پر ہے یعنی رشتے ناطوں کو توڑنے سے بھی بچو ارحام رحم کی جمع ہے مراد رشتہ داریاں ہیں جو رحم مادر کی بنیاد پر ہی قائم ہوتی ہیں اس سے محرم اور غیر محرم دونوں رشتے مراد ہیں رشتوں ناطوں کو توڑنا سخت گناہ کبیرہ ہے جسے قطع رحمی کہتے ہیں احادیث میں قرابت داریوں کو ہرصورت میں قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے جسے صلہ رحمی کہتے ہیں۔

۱ ہود:۹۱
۲ النساء:۱

ذوی القربیٰ کے حقوق کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت حق اور تبلیغ اسلام کی راہ میں جو زحمتیں اور مصیبتیں اٹھانی پڑیں ان کے صلہ میں آپ نے اپنی امت سے صرف قرابت داروں کا حق ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

﴿قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾[۱]

کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔

قبائل قریش اور نبی ﷺ کے درمیان رشتہ داری کا تعلق تھا اس آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ میں وعظ و نصیحت اور تبلیغ و دعوت کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا البتہ ایک چیز کا سوال ضرور ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ داری ہے اس کا لحاظ کرو تم میری دعوت کو نہیں مانتے تو نہ مانو تمہاری مرضی لیکن مجھے نقصان پہونچانے سے تو باز رہو تم میرے دست و بازو نہیں بن سکتے تو رشتہ داری و قرابت کے ناطے مجھے ایذا تو نہ پہونچاؤ اور میرے راستے کا روڑہ تو نہ بنو تاکہ میں فریضہ رسالت ادا کرسکوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی لکھتے ہیں کہ میرے تمہارے درمیان جو قرابت (رشتہ داری ہے) اس کو قائم رکھو۔[۲]

ہر قرابت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے رشتہ اور ضرورت کے تقاضے کے مطابق اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور جہاں تک ہوسکے اپنے اثر و رسوخ اور اپنے مال سے اسے فائدہ پہونچائے شریعت عقلی اور فطرت تینوں کا یہی تقاضا ہے۔

صلہ رحمی کا وسیع مفہوم اور اس کے تقاضے:-

''قال ما ذا يامركم ؟ قلت يقول اعبدوا الله و لا تشركوا به شيئا و اتركوا ما يقول آباؤكم ويامرنا بالصلوة والصدق والعفاف

---

۱ الشوریٰ:۲۳

۲ صحیح بخاری تفسیر سورۃ الشوریٰ

والصلة''[۱]

(ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا) کہ وہ (محمد ﷺ) تمہیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا وہ ہم سے کہتے ہیں اللہ کو معبود مانو اسکی معبودیت میں کسی کو ذرا بھی شریک نہ کرو اور اپنے آباء واجداد کے غلط عقیدوں اور رسموں کو چھوڑ دو وہ ہم کو نماز پڑھنے سچائی اختیار کرنے عفت و پاکدامنی کی زندگی گذارنے اور صلہ رحمی کی تلقین کرتے ہیں۔

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیث ہرقل کے نام سے مشہور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روم کا بادشاہ ہرقل بیت المقدس میں تھا کہ نبی ﷺ کا دعوتی خط اسے ملا تب اس کو تلاش ہوئی کہ کوئی مکی باشندہ ملے تاکہ معلومات حاصل کرے اتفاق سے ملک شام ہی میں ابوسفیان اور ان کے ساتھی مل گئے جو تجارت کے لئے آئے تھے اس نے ابوسفیان سے جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ شدید مخالف تھے بہت سے سوالات کئے انہی سوالات میں سے ایک سوال وہ ہے جو مندرجہ بالا ٹکڑے میں آیا ہے اس حدیث میں اور کئی حدیثوں میں صلہ رحمی کا ذکر ہوا ہے۔

یہ لفظ بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس میں تمام نبی نوع انسان آجاتے ہیں ابوداؤد کی ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا: نوع انسانی کے تمام افراد آپس میں حقیقی بھائی ہیں کیونکہ وہ سب ایک باپ اور ماں (آدم و حوّا) سے پیدا ہوئے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا:

''وَ اَنَا عَلىٰ ذَالِکَ شَهِيْدٌ''

یعنی میں اس پر گواہ ہوں میں اس کا اعلان کرتا ہوں۔

اور اسی حقیقت کا اعلان حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایرانی سپہ سالار رستم اور

---

۱ صحیح بخاری کتاب بدء الوحی :۱/۴۶۔۴۷ حدیث ۷، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الجہاد باب کتب النبی ﷺ الی ہرقل ملک الشام :۱۲/۴۴۷ حدیث:۷۴ (۱۷۷۳)

اس کے فوجی کمانڈروں کے سامنے کیا انہوں نے سب سے پہلے ایرانیوں کی غلط فہمی دور کی فرمایا ہم تاجر لوگ نہیں ہیں ہمارا مقصد اپنے لئے نئی منڈیاں تلاش کرنا نہیں ہے ہمارا نصب العین دنیا نہیں ہے بلکہ آخرت ہے صرف آخرت۔ ہم حق کے علمبردار ہیں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلانا ہمارا مطمح نظر ہے یہ سن کر رستم نے کہا وہ دین حق کیا ہے؟ اس کا تعارف کراؤ تب مغیرہؓ نے فرمایا:

''امّا عمودها الذی لا یصلح شی منه الا به فشهادة ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله ''

یعنی ہمارے دین کی بنیاد اور مرکزی نقطہ جس کے بغیر اس دین کا کوئی جزء ٹھیک نہیں ہوتا یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کا اعلان کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مطلب یہ کہ توحید کو اپنائے اور محمد ﷺ کی قیادت اور رہنمائی تسلیم کرے ایرانی سپہ سالار نے کہا یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے کیا اس دین کی کچھ اور بھی تعلیم ہے حضرت مغیرہؓ نے فرمایا:

'' و اخراج العباد من عبادة العباد الیٰ عبادة الله ''

یعنی اس دین کی تعلیم یہ ہے کہ انسانوں کو انسان کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں لایا جائے۔

ایرانی سپہ سالار نے کہا یہ بھی اچھی تعلیم ہے کیا یہ تمہارا دین کچھ اور بھی کہتا ہے؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا ہاں ہمارا دین یہ بھی کہتا ہے:

'' والناس بنو آدم فهم اخوة لابٍ و امّ ''

یعنی تمام انسان آدم کی اولاد ہیں پس وہ سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں سگے بھائی ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔

یہ ہے اس دین کی بنیادی تعلیم جو مغیرہ نے پیش کی اور اسی سپہ سالار کے سامنے حضرت ابی بن عامرؓ نے اپنے مقصد کی ترجمانی ان الفاظ میں کی:

'' الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد الیٰ عبادة الله و من ضیق الدنیا الیٰ سعتها و من جور الادیان الی عدل الاسلام فارسلنا بدینه الی خلقه لندعوهم الیه ''[1]

اللہ نے ہم کو اس بات پر مامور کیا ہے کہ خدا جن کو توفیق دے انہیں ہم انسانوں کی بندگی سے نکالیں اور اللہ کی بندگی میں داخل کریں اور دنیائے تنگ سے نکال کر وسیع و کشادہ دنیا میں لائیں اور ظالمانہ نظامہائے زندگی سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف کے سایہ میں بسائیں پس اللہ نے ہمیں اپنا دین دیکر اپنی مخلوق کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں۔

ذوی القربیٰ میں ان لوگوں کا حق سب پر مقدم ہے جن سے خون کا رشتہ ہے ان کے حقوق کی ادائیگی صلہ رحم اور نہ ادا کرنے کو قطع رحم کہتے ہیں صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان اللـه خلق الخلق حتی اذا فرغ منهم قامت الرحم فقالت هذا مقام العائذ بك من القطیعة؟ فقال الله : نعم اما ترضین ان اصل من وصلك اقطع من قطعك قالت : بلیٰ قال فذالك لك ثم قال رسول اللـه ﷺ اقرأ و ان شئتم ﴿فَهَلْ عَسَیْتُمْ اَنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِیْ الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ اُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمیٰ اَبْصَارَهُمْ﴾[2]

اللہ تعالی نے مخلوقات کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب ان سے فارغ ہوا تو ناطہ کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یہ تجھ سے قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے اللہ نے فرمایا ہاں کیا تو اس سے خوش نہیں کہ جو تجھ کو جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھ کو کاٹے اس کو کاٹ دوں اس نے کہا ہاں کیوں نہیں اللہ نے فرمایا یہ تجھے حاصل ہے پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو۔

''تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد مچانے لگو اور

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ::۷/۳۹

[2] محمد:۲۲۔۲۳

اپنے رشتے کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پس اس نے ان کو بہرہ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے“

قطع رحمی کے مقابلہ میں صلہ رحمی :-

”عن ابی ھریرۃؓ قال ان رجلا قال یارسول اللہ ان لی قرابۃ اصلھم و یقطعوننی و احسن الیھم و یسئیون الیّ واحلم عنھم و یجھلون علیَّ فقال لئن کنت کما قلت فکانما تسفھم الملّ و لا یزال معك من اللہ ظھیر علیھم ما دمت علیٰ ذالك“[1]

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے حقوق میں ادا کرتا ہوں اور وہ نہیں ادا کرتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں آپؐ نے فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو گویا انکے چہروں پر سیاہی مل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تیرا ہمیشہ مددگار رہے گا جب تک تو اپنی روش پر قائم رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”انا الرحمن وھذہ الرحم شققت لھا اسما من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا قطعتہ“[2]

میں بہت رحم کرنے والا ہوں رشتہ کو میں نے اپنے نام سے نام دیا ہے جو اسے جوڑے گا میں جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔

نیز فرمایا:

”تعبد اللہ ولا تشرك بہ شیئا و تقیم الصلاۃ و توتی الزکوۃ وتصل الرحم“ الحدیث

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا نماز قائم کر زکوۃ دے اور رشتے جوڑ۔

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم: ۳۳۵/۸
[2] صحیح بخاری کتاب الأدب باب من وصل وصلہ اللہ: ۲۴/۱۲ حدیث: ۵۹۸۹

نیز فرمایا:

” الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم صدقۃ و صلۃ “[1]

مسکین کو خیرات دینا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الرحم معلقۃ بالعرش تقول من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ “

صلہ رحمی عرش سے معلق ہے اور کہہ رہی ہے جو مجھے جوڑے اسے اللہ جوڑے اور جو مجھے کاٹے اسے اللہ کاٹے۔

اسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح :۱۱۲/۴، اور الادب المفرد (۵۵) میں اور امام مسلم :۷/۸ نے بطریق معاویہ أبی مزرد عن یزید عن اومان عن عروۃ عن عائشۃ قالت : قال رسول اللہ ﷺ .... روایت کیا ہے درج بالا مذکور الفاظ صحیح مسلم کے ہیں اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

”الرحم شحنۃ فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا قطعتہ “

یہ الفاظ امام بخاری کی صحیح میں ہیں اور دوسری کتاب میں اس کے الفاظ یہ ہیں

”الرحم شحنۃ من اللہ من وصلھا وصلہ و من قطعھا قطعہ اللہ “

اسے امام احمد :۱۶۳/۲، ۱۹۳ نے مطر عن مجاہد عن عبداللہ بن عمرو کے طریق سے روایت کیا ہے:

” الرحم شحنۃ من الرحمن من یصلھا یصلہ و من یقطعھا یقطعہ لھا لسان طلق ذلق یوم القیامۃ “[2]

”وقال صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ قاطع ......“

[1] سنن ترمذی کتاب الزکاۃ باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ: ۴۷/۳ حدیث: ۶۵۸
[2] صحیح بخاری: ۱۱۲/۴، الادب المفرد (۶۴) مسلم: ۸/۸، ترمذی: ۳۴۸/۱

رشتہ کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث میں ہے:

''ألا ادلكم على افضل من درجة الصلوة والصيام والصدقة ؟ قالوا بلى يا رسول الله ! قال اصلاح ذات البين فان فساد ذات البين هى الحالقة لا اقول انها تحلق الشعر ولكن تحلق الدين ''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نماز روزہ اور صدقہ سے زیادہ فضیلت والا عمل نہ بتادوں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا آپسی رنجشوں کی اصلاح کرنا کیونکہ باہمی تعلقات کا فساد مونڈ دیتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈ دیتا ہے بلکہ یہ دین ہی کو مونڈ کر صاف کر دیتا ہے۔

رشتہ داروں سے حسن سلوک کی تاکید: -عبداللہ بن اوفیٰ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپؐ نے فرمایا:

''لا يجالسني اليوم قاطع رحم''

آج میرے پاس رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا آدمی نہ بیٹھے۔

فوراً اس مجلس میں سے ایک آدمی اٹھا اور وہ اپنی خالہ کے پاس جاکر اپنی کشیدگی و رنجش کی معافی چاہی اور جب دونوں نے باہم دل کی صفائی کر لی پھر مجلس نبوت میں حاضر ہوکر واقعہ سنایا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان الرحمة لا تنزل على قوم فيهم قاطع رحم''[2]

یعنی اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں رشتہ توڑنے والا انسان رہتا ہو۔

قطع رحمی گناہ ہے: -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ترمذی:۲/۸۳، أبوداؤد (۴۹۱۹) ابن حبان (۱۹۸۲) احمد:۶/۴۴۴

[2] منتخب کنز العمال:۱/۲۲۸

''لا يدخل الجنة قاطع ''[1]

جنت میں رشتہ توڑنے والا نہیں جائے گا۔

اس حدیث میں قطع سے مراد قطع رحم ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے قطع رحم یا قطع رحمی کا مطلب ہے کہ رشتہ توڑنا اور رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنا یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے مقابلے میں صلہ رحمی ہے یعنی رشتہ کو جوڑنا ملانا ان کو قائم رکھنا اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اس کی اتنی تاکید ہے کہ رشتے دار اگر بدسلوکی کریں تب بھی صلہ رحمی ہی کرنے کا حکم ہے۔ بلکہ بدسلوکی کے جواب میں رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کو ہی اصل صلہ رحمی قرار دیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ليس الواصل بالمكافى ولكن الواصل الذى اذا قطعت رحمه وصلها ''[2]

بدلے کے طور پر حسن سلوک کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جب اس کے رحم کو کاٹا جائے (یعنی رشتہ داری کو توڑا جائے) تو وہ اسے ملائے (رشتہ داری کو قائم رکھے)

حدیث میں ایک شخص کا واقعہ آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ بُردباری سے پیش آتا ہوں وہ جاہلانہ سلوک کرتے ہیں نبی ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری الادب باب اثم القاطع رقم الحدیث:۵۹۸۴، صحیح مسلم البر والصلۃ باب صلۃ الرحم رقم الحدیث:۲۲۵۶

[2] صحیح بخاری کتاب الادب باب لیس الواصل بالمکافی رقم الحدیث:۵۹۹۱

"اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا، تو گویا تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور جب تک تیرا طرز عمل یہی رہے گا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تجھ پر ایک مددگار مقرر رہے گا۔"۱

صلہ رحمی سے عمر اور روزی میں برکت:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من اراد منكم ان ينساء له فى اثره و يبارك له فى رزقه فليصل رحمه"۲

تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو اور اس کے رزق میں برکت ہو بس چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

نیز فرمایا:

"صدقة السر تطفى غضب الربّ وصلة الرحم تزيد فى العمر و فعل المعروف بفى مصارع السوء"۳

چھپا کر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کو بجھا دیتا ہے اور صلہ رحمی میں زیادتی کرتا ہے اور اچھا عمل بری موت سے بچاتا ہے۔

نیز فرمایا:

"صنائع المعروف تقى مصارع السوء والصدقة خفياً تطفى غضب الرب والصلة الرحم زيادة فى العمر و كل معروف صدقة واهل المعروف فى الدنيا هم اهل المعروف فى الآخرة واهل المنكر فى الدنيا اهل المنكرفى الآخرة"۴

اچھے کام بری موت سے بچاتے ہیں اور چھپا کر صدقہ کرنا اللہ کے غضب

---

۱ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها

۲ صحیح بخاری (۵۹۸۶) کتاب الادب (۷۸) باب من بسط لہ فی الرزق بصلة الرحم: ۱۰/۴۲۹، صحیح مسلم (۲۵۵۷) کتاب البر والصلۃ باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتہا: ۸/ ۳۵۴۔۳۵۵، الترمذی أبواب البر والصلۃ باب ما جاء فی تعلیم النسب: ۲/ ۱۹، أبوداؤد (۱۶۹۳) کتاب الزکاۃ باب فی صلۃ الرحم: ۲/ ۱۳۲۔۱۳۳

۳ صحیح الجامع (۳۷۶۰) بروایت ابوسعید خدریؓ

۴ صحیح الجامع بروایت عمر بن سہیلؓ (۳۷۶۸)

کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے اور ہر بھلی چیز صدقہ ہے اور دنیا میں اچھا کام کرنے والے آخرت میں اچھائی کا بدلہ پانے والے ہوں گے اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کا بدلہ پانے والے ہوں گے۔

نیز فرمایا:

"صلة الرحم وحسن الخلق، وحسن الجور يعمر ن الديار و يزدن فى الاعمار"۱

صلہ رحمی وخوش خلقی اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا شہروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

نیز فرمایا:

"صلة القرابة ثراة فى المال محبة فى الاهل مسأة فى الاجل"۲

قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا مال میں زیادتی کا سبب گھر والوں میں محبت کا ذریعہ اور عمر میں درازی کا باعث ہے۔

نیز فرمایا:

"لا يرد القضاء الا الدعاء و لا يزيد فى العمر الا البر"۳

قضائے الٰہی صرف دعاء سے بدل سکتی ہے اور عمر میں زیادتی صرف نیکی سے ہو سکتی ہے۔

ان حدیثوں میں مطلق صلہ رحمی کا انعام عمر میں درازی، رزق میں کشادگی اور بری موت سے حفاظت بتایا گیا ہے جس میں ماں باپ بھائی بہن چچا بھتیجا پھوپھی خالہ وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی شامل ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:- یہ احادیث بظاہر فرمان الٰہی ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

---

۱ صحیح الجامع (۳۷۶۷) بروایت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا

۲ صحیح الجامع (۳۷۶۸) بروایت عمرو بن سہیلؓ

۳ صحیح الجامع (۷۶۸۷) بروایت سلمانؓ

جب ان کی موت کا وقت آ جائے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور
نہ آگے بڑھ سکتے ہیں[1] سے متعارض ہیں کیونکہ آیت کریمہ کی رو سے موت کا
وقت مقرر ہے جس میں کمی وبیشی کا امکان نہیں ہے۔

مذکورہ بالا احادیث اور آیت کریمہ میں تطبیق کی دوصورتیں ہیں۔

۱- ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی اور خدمت والدین اطاعت الٰہی کی توفیق اور معصیت الٰہی سے حفاظت کا سبب اور ذریعہ ہے لہٰذا معصیت سے بچتے ہوئے اطاعت کے راستہ پر چل کر آدمی نیک نامی حاصل کرسکتا ہے جو اس کے مرنے کے بعد باقی رہتی ہے گویا اس کی عمر طویل ہوئی اور وہ مرنے کے باوجود زندہ رہا۔

۲- زیادتی عمر سے حقیقی زیادتی مراد ہے اور یہ اس فرشتہ (ملک الموت) کے علم کے لحاظ سے ہیں جو لوگوں کی روحیں قبض کرنے پر متعین ہیں اور آیت کریمہ سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ اللہ کے علم کے لحاظ سے ہے جس میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی ہے مثلاً ملک الموت سے ایک شخص کی عمر کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر وہ صلہ رحمی کرے گا تو اس کو سو سال کی عمر ملے گی اور قطع رحمی کرے گا تو ساٹھ سال کی عمر چونکہ اللہ کو پہلے سے معلوم ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا یا نہیں کرے گا لہٰذا اس کے علم کے لحاظ سے عمر میں کمی اور زیادتی نہیں ہوئی۔ البتہ فرشتے کو اس بات کا سابقہ علم نہیں ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا یا نہیں اس لئے اس کے علم کے لحاظ سے عمر میں کمی یا زیادتی ہوئی اسی کی طرف اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾[2]

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس
ام الکتاب ہے۔

۱ النحل:۶۱
۲ الرعد:۳۹

اس آیت کریمہ میں محو اور اثبات فرشتے کے علم کے لحاظ سے ہے اور جو ام الکتاب میں ہے وہ اللہ کے علم میں ہے جس میں محو کی کوئی گنجائش نہیں اور اسی کو "قضا مبرم" کہتے ہیں اور جس میں تبدیلی یا محو کا ذکر ہے اسے "قضا معلق" کہتے ہیں۔

کنبہ پروری کا ثواب:- ارشاد نبوی ہے:

"جو شخص اپنی دو لڑکیوں یا دو بہنوں یا دو خالاؤں یا دو پھوپھیوں یا دو
دادیوں کی عیال داری قبول کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا"[1]

تین طرح کے جنتی:- ارشاد نبویؐ ہے:

"اهل الجنة ثلاثة سلطانٌ مقسطٌ و رجلٌ حليمٌ رقيق القلب
لكل ذي قربىٰ مسلم و رجلٌ غنيٌ عفيفٌ يتصدّق"[2]

جنت کے حقدار تین آدمی ہیں:

(۱) منصف بادشاہ
(۲) رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا
(۳) وہ مالدار جو پاکباز صدقہ وخیرات کرنے والا ہو

غیر مسلم رشتہ دار:- حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو تین ہزار کی مالیت کی جائداد دی۔[3]

علامہ ابوعبید قاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ امام مجاہد نے مشرک رشتہ دار کے قرض معاف کرنے کو ثواب کا کام بتلایا ہے۔[4]

۞۞۞

۱ مسلم (۲۶۳۱) کتاب البر والصلۃ باب فضل الاحسان الی البنات، ترمذی (۱۹۱۷) ابواب البر والصلۃ باب فی النفقۃ علی البنات، ابوداؤد (۵۱۴۷) کتاب الادب باب فی فضل من عال یتیما
۲ السیاسۃ الشرعیۃ لابن تیمیہ ص:۲۳
۳ مسلم باب فضل الصدقۃ علی الاقربین
۴ کتاب الاموال ص:۹۰۸

پڑوسیوں کے حقوق

دین زندگی کے ہر گوشے اور حالات کے مطابق احکام کا مجموعہ ہے صرف نماز روزہ سے دین کے تمام تقاضے پورے نہیں ہوتے بلکہ حقوق العباد بھی دین کا اہم شعبہ ہے اور انہیں شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے پڑوسیوں کے حقوق قرآن وحدیث میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید آئی ہے ارشاد باری ہے:

﴿وَاعۡبُدُو اللّٰہَ وَلاَ تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتَامٰی وَالۡمَسَاکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ﴾[۱]

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور بغل کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے۔

اس آیت کریمہ کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے انتہائی عظیم الشان طرز پر رکھی ہے پہلے اپنی عبادت کا حکم فرمایا پھر اس کے بعد والدین سے اچھے سلوک کا حکم فرمایا کیونکہ اللہ کے بعد کسی بھی بندے پر اس کائنات میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہے گویا والدین سے بدسلوکی یا ان کی حق تلفی شرک کے بعد سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا والدین کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں سے اچھے سلوک کا حکم فرمایا پھر غرباء نادار لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا پھر آگے فرمایا:

---

[۱] النساء:۳۶

﴿وَالۡجَار ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡبِ﴾

اس آیت کریمہ میں پڑوسیوں کے لئے تین الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

الجار کا معنی پڑوسی پناہ دینے والا ''وھو فی جورہٖ ''یعنی وہ اس کے امن اور ذمہ داری میں ہے اصطلاح قرآن میں ان تینوں پڑوسیوں کی الگ الگ قسمیں ہیں:

۱- پڑوسی کی پہلی قسم ہے ''اَلۡجَارِ ذِیۡ الۡقُرۡبٰی ''یعنی وہ پڑوسی جو بالکل قریب ہو سب سے زیادہ حق اسی پڑوسی کا ہے۔

۲- ''وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ ''یعنی وہ پڑوسی جس کے گھر سے گھر تو ملا ہوا نہیں ہے لیکن وہ قریب ہی ہے اسی محلّہ اور گلی میں دو چار گھر چھوڑ کر رہتا ہو۔

۳- ''وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنَبِ ''یعنی جو عارضی طور پر پڑوسی بن جائے گویا رفیق سفر یا ہم نشین جو برابر کی سیٹ پر جہاز ٹرین بس غرضیکہ کسی جگہ بیٹھا ہے وہ ہمارا پڑوسی ہے اسی طرح کسی اجتماع کانفرنس یا جلسہ یا میٹنگ میں یا حج کے سفر میں ہمارے برابر بیٹھنے والا ہمارا پڑوسی ہے۔

ان تینوں کے الگ الگ حقوق ہیں اب ان تینوں کی الگ الگ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

قریبی پڑوسی:- '' اَلۡجَارِ ذِیۡ الۡقُرۡبٰی 'یعنی وہ پڑوسی جو بالکل متصل ہو اور ملا ہوا ہو ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے یعنی وہ پڑوسی جس کے ساتھ رشتہ دار کا تعلق بھی ہو اور الجار الجنب سے مراد وہ پڑوسی ہے جو پڑوسی تو ہے مگر رشتہ دار نہیں ہے الجار ذی القربیٰ کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد ہے مسلمان پڑوسی اور الجار الجنب سے مراد ہے غیر مسلم پڑوسی۔ چنانچہ روح المعانی میں ہے:

''یحتمل ان یراد بالجار ذی القربیٰ من له مع الجوار اقرب اتصال بنسب اور دین بالجار بالجنب الذی لا قرابة له او کان مشرکاً''

حدیث میں پڑوسی کی اقسام:- آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض پڑوسی ایسے ہیں جن کے انسان پر تین حق ہیں ایک مسلمان ہونے کا، اور دوسرا پڑوسی ہونے کا اور بعض وہ ہیں جن کا صرف ایک حق ہے یعنی مسلمان بھی نہیں رشتہ دار بھی نہیں صرف پڑوسی ہونے کا حق۔

غیر مسلم پڑوسی کا حق:- غیر مسلم پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ دوا سکے دکھ درد میں شامل ہو اس کے عقائد اور مذہب سے نفرت کا اظہار ہو لیکن اسکی ذات سے نفرت مت کرو گویا نفرت اس کے مرض سے کرو مریض سے نہ کرو۔

پڑوسی کے حقوق:- رسول اللہ ﷺ نے پڑوسی کے چھ حقوق بیان فرمائے ہیں:

۱- پڑوسی کا پہلا حق یہ ہے کہ اگر وہ محتاج ہے تو اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس کی ضرورت کو پورا کرو آپ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو گویا ایک پڑوسی کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے پڑوسی کے حالات سے باخبر اور آگاہ ہو اگر اس کے پاس کھانے پکانے کے سامان نہ ہو تو مہیا کرے۔

۲- پڑوسی کا دوسرا حق یہ ہے کہ اگر وہ کبھی قرض مانگے تو اسے قرض دیدو قرض کے بارے میں شرعی تفصیل یہ ہے کہ اگر کھانے پینے سے عاجز آچکا ہو اور بالکل محتاج ہو تو اس صورت میں قرض دینا فرض اور واجب ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو بلکہ ویسے ہی کسی ضرورت کے تحت مانگ رہا ہو تو قرض دینا حسن سلوک کا تقاضا ہوگا اور یہ شرعاً

مستحب ہے۔

۳- پڑوسی کا تیسرا حق یہ ہے کہ اگر پڑوسی کے یہاں کوئی خوشی ہو تو اس کی خوشی میں شریک ہو اور اسے دعائیں دو مثلاً اولاد ہوئی یا کوئی اچھی ملازمت ملی یا کاروبار میں ترقی ہو تو جا کر اسے مبارکباد پیش کی جائے گی دور حاضر کے پڑوسیوں کی طرح نہ کریں کہ بعض پڑوسی پڑوسی کی ترقی وخوشحالی دیکھ کر حسد کریں اور اسکی برائی کریں۔

۴- پڑوسی کا چوتھا حق یہ ہے کہ اگر اسے کوئی تکلیف پہونچے تو اس سے تعزیت کرو یعنی تسلی دو اگر اس کی تکلیف کو دور کرنا ممکن ہو تو دور کردو اور اگر دور کرنا ممکن نہیں تو تسلی دیدو۔

۵- پانچواں حق یہ ہے کہ اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لئے جاؤ کیونکہ عیادت کرنا بہت باعث اجر عمل ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اذا عاد اخاه المسلم لم یزل فی خرفة الجنة حتی یرجع''[۱]

جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو گھر سے نکلنے سے لے کر واپسی تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ:

''عیادت کے لئے جانے والے مسلمان کی واپسی تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔''

۶- پڑوسی کا چھٹا حق یہ ہے کہ اگر پڑوسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے جس سے جنازے میں شرکت کا ثواب بھی ملتا ہے اور پڑوسیوں سے غم خواری پر اجر بھی ملتا ہے۔

---

[۱] صحیح مسلم باب فضل عیادة المریض

پڑوسی صرف کوٹھی اور بنگلہ والا نہیں:۔ پڑوسی صرف ہم مرتبہ نہیں پڑوسی صرف کوٹھی اور بنگلے والا نہیں بلکہ جھونپڑی والا بھی پڑوسی ہے ان تمام باتوں میں سب سے اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ پڑوسی وہ نہیں ہے جو ہمارا ہم مرتبہ ہوا گر ہمارا بنگلہ ہے تو اس کا بھی بنگلہ ہے اگر میرا بنگلہ ہے اور ساتھ والے کا جھونپڑی ہے تو وہ پڑوسی نہیں ہے یاد رکھیں پڑوسی سب برابر ہیں بنگلہ کوٹھی والا اور جھونپڑی جھگی والا بھی ہے بلکہ اس کچی جھونپڑی والے کا حق بنگلے والے سے زیادہ ہے اس لئے کہ بنگلے والا تو خود کفیل ہوسکتا ہے لیکن ممکن ہے کہ جھونپڑی والا خود کفیل نہ ہو۔

غریب کو حقیر نہ جانو:۔لیکن آج کل بڑی وبا چل پڑی ہے کہ جو ہمارے برابر کا ہو وہ تو پڑوسی ہے اس کے ساتھ گھلنا ملنا بھی ہے اور خوشی وغمی میں شرکت بھی کرنی ہے لیکن غریب پڑوسی کا کوئی حق نہیں پڑوسی تو دور کی بات آج کل تو رشتہ داروں کے بارے میں یہ معیار قائم ہے کہ جو رشتہ دار معیار کے مطابق ہے اس کے ساتھ تو ملنا جلنا سب کچھ ہے اور جو بیچارہ غریب ہے اسے رشتہ دار کہتے ہوئے شرماتے ہیں۔

ہمسائے کا احترام واکرام:۔ پڑوسی کا احترام واکرام اس طرح کریں کہ اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے نہ روکو اور اس کے قریب والی جگہ کو فروخت کرنے یا کرایہ پر دینے سے پہلے اسے کہیں اور اس سے مشورہ طلب کریں لیکن آج کے بعض پڑوسی دیوار میں کھونٹی بھی گاڑنا برداشت نہیں کرتے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''لا يمنعن احدكم جاره ان يضع خشبة فی جداره ''[1]

کوئی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے نہ روکے۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب المظالم باب لايمنع جار جاره أن يعز زخشبة فی جداره: ۴۰۱/۵ رقم الحدیث: (۲۴۶۳) صحیح مسلم مع المنہاج کتاب المساقاة باب عزز الخشب فی جدار الجار: ۲۲۲/۱۰ رقم الحدیث: ۱۳۶ (۱۶۰۹)

نیز فرمایا:

''من كان لـه جـار فی حائط او شريك فلا يبيعه حتى يعرضه عليه ''(حاکم وصححہ)

ہمسایہ یا شریک کو خریدنے کے لئے پہلے کہے اگر وہ نہ لے تو فروخت کرے۔

اگر کسی شخص کو جاہل اور برے پڑوسی کے ساتھ پالا پڑ گیا تو صبر کرے اس کا صبر کرنا اسے خلاصی کا باعث بنے گا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کی آپ نے اس کو حکم دیا:

''اصبر ثـم قـال له فی الثالثة او الرابعة اطرح متاعك فی الطريق فطرحـه فجعل الناس يمرون به ويقولون ما لك ؟ فيقول قد آذانی جـاری فيـلـعـنـون جاره حتى جاء ه وقال له ردّ متاعك الى منزلك فانی والله لا اعود''[1]

صبر کر تیسری یا چوتھی بار پوچھنے پر اس کو فرمایا اپنا سامان راستہ میں ڈال دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا وہاں سے گذرنے والے لوگ پوچھتے کیا بات ہے؟ تو جواب دیتا مجھے میرا پڑوسی تنگ کرتا ہے اور لوگ اس پر لعنت کرتے کہ برا آدمی ہے حتی کہ وہ پڑوسی آیا اور اس سے کہا اپنا سامان گھر لے جاؤ میں پھر تمہیں تنگ نہیں کروں گا؟

پڑوسی کے حدود:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دور کے پڑوسی سے ابتدا نہ کیا جائے بلکہ قریب کے پڑوسی سے ابتدا کرنا چاہئے۔

حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ پڑوسی کہاں تک کے لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ چالیس مکان آگے چالیس مکان پیچھے چالیس مکان دائیں اور چالیس مکان بائیں۔

واضح رہے رسول اللہ ﷺ سے پڑوسی کی تحدید کرنا ثابت نہیں ہے علامہ البانیؒ

---

[1] سنن أبی داؤد کتاب الأدب باب حق الجوار: ۳۳۹/۴ رقم الحدیث: ۵۱۵۳

نے ان سب روایات پر مفصل کلام کیا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں:

’’کل من جاء تحديده عنه صلى الله عليه وسلم ضعيف لا يصح فالظاهر ان الصواب تحديده بالعرف‘‘[۱]

پڑوسی کی تحدید کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے جتنی بھی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑوسی کی تحدید ثابت نہیں ہے پس عرف عام میں جس قدر لوگ پڑوسی سمجھے جاتے ہیں وہی درست معلوم ہوتا ہے۔

بہترین پڑوسی: -رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’خير الجيران عند الله خيرهم لجاره‘‘[۲]

پڑوسیوں میں سب سے بہترین پڑوسی اللہ کے ہاں وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے سب سے بہتر ہے۔

یعنی اپنے مال اثر ورسوخ اور نفع رسانی کے ذریعہ اس کے ساتھ احسان کرے

پڑوسی کی اعانت وتکریم: -شیخین کی بعض روایات میں ’’فليكرم جاره‘‘ کا ارشاد ہے یعنی اگر صاحب ایمان ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے پڑوسی کی تکریم کرے۔[۳]

بعض روایات میں ’’فليحسن الى جاره‘‘ وارد ہے یعنی صاحب ایمان اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرے یعنی جس چیز کا وہ ضرورت مند ہو اس کی مدد کرے اور جب وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کی پریشانی دور کرے۔[۴]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

---

[۱] سلسلة الاحاديث الضعيفة الموضوعة: ۱/۴/۲۷

[۲] ترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء فی حق الجور: ۱۶/۲، اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔

[۳] صحیح بخاری (۶۰۹۰) کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ (۳۱)

[۴] صحیح مسلم (۴۷) کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار۔ ابو داؤد (۵۱۵۴) کتاب الادب فی حق الجوار

’’ما زال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت انّهٗ سيورثه‘‘[۱]

حضرت جبرئیل مجھے پڑوسی کے بارے میں برابر تاکید اور تلقین کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے یقیناً وارث قرار دے دیں گے

پڑوسی کی خبر گیری کرو: -رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’عن ابن عباسؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليس المومن الذى يشبع وجاره جائع الى جنبه‘‘[۲]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کر کھا کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا سو جائے۔

نیز ارشاد فرمایا:

’’يا ابا ذر اذا طبخت مرقة فاكثر ماء ها وتعاهد جيرانك‘‘[۳]

اے ابوذر! جب تم شوربے والا سالن پکاؤ تو اس کا شوربہ زیادہ کر لیا کرو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔

نیز فرمایا:

’’يا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها و لو فرسن شاة‘‘[۴]

اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو (بہر حال اس کو ہدیہ کر دے)

نیز فرمایا:

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الادب باب الوصاة بالجار رقم الحدیث: ۶۰۱۴، ۶۰۱۵ وصحیح مسلم البر والصلة باب الوصية بالجار والاحسان اليه رقم الحديث: (۲۶۲۵) ترمذی (۲۰۰۸) أبواب البر باب ماجاء فی حق الجوار، ابوداؤد (۵۱۵۱) کتاب الادب باب فی حق الجوار

[۲] مشکوۃ المصابیح محقق: ۱۳۹۱/۳ رقم الحدیث: ۴۹۹۱

[۳] صحیح مسلم البر والصلة باب الوصية بالجار والاحسان اليه ۲۶۲۵

[۴] صحیح بخاری کتاب الهبة باب الهبة وفضلها والتحريض عليها: ۲۳۳/۵ رقم الحدیث: ۲۵۶۶، صحیح مسلم کتاب الادب باب لاتحقرن جارة لجارتها: ۴۵۹/۱۰ رقم الحدیث: ۶۰۱۷

''عن عائشه قالت یا رسول الله ﷺ ان لی جارین فالیٰ ایهما اهدی قال الی اقربهما منك باباً ''[۱]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں تو ان میں سے کس کے ہاں کوئی چیز بطور تحفہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا اس پڑوسی کے ہاں جس کا دروازہ تیرے دروازہ سے قریب تر ہے۔ ''المقبل علیك ببابه ''جو دروازہ کے سامنے ہے وہ زیادہ حقدار ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کے کیا حقوق ہیں؟ پھر خود ہی ان حقوق کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ:

''اگر پڑوسی قرض مانگے تو قرض دو محتاج ہو تو خدمت بجالاؤ اگر وہ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو مر جائے تو اس کے جنازہ کے ہمراہ جاؤ اس کی خوشی میں خوشی بجالاؤ اور اس کے غم میں شریک غم ہو پڑوسی کی اجازت کے بغیر اپنا مکان اونچا نہ بناؤ جس سے اس کی ہوا رک جائے اور اس کا گھر بے پردہ ہو جائے اگر تم پھل خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو اس طرح چھپائے رکھو کہ وہ دیکھ نہ سکے تاکہ اس کے پڑوسی کے بچے اس کو دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں اس کی لغزش درگذر کرو اس کے عیوب کے کھوج میں نہ رہو اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی خبر گیری کرو اپنے باورچی خانہ کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو۔''[۲]

پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی کا نتیجہ جہنم:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''والله لا یومن ، والله لا یومن ،والله لا یومن، قیل من یا رسول الله ! قال الذی لا یأمن جاره بوائقه ''[۳]

[۱] صحیح بخاری (۶۰۲۰) کتاب الادب (۷۸) باب حق الجوار فی قرب الابواب (۳۲) أبوداؤد (۵۱۵۵) کتاب الادب باب حق الجوار:۳۳۹/۴

[۲] احیاء العلوم:۲۱۳/۲

[۳] صحیح بخاری الادب باب اثم من لا یأ من جارہ بوائقہ رقم الحدیث: ۶۰۱۶ وصحیح مسلم (۴۶) کتاب الایمان باب بیان تحریم ایذاء الجار:۲۹۳/۱ شیخین کی روایت میں لا یدخل الجنۃ کی جگہ لا یؤمن وارد ہے لیکن حافظ ابن حجر کے بقول طبرانی میں یہ الفاظ موجود ہیں (فتح الباری ۴۵۷/۱۰)

اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں آپ سے پوچھا گیا اللہ کے رسول کون؟ کس کی بابت آپ یہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے محفوظ نہ ہو۔

ایک روایت میں آپ نے فرمایا:

''من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلایوذ جاره ''[۱]

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''لا یامن جاره شرّه فلیس بمومن ولا یدخل الجنة ''[۲]

جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا اور نہ جنت میں جا سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا فلاں عورت نماز اور روزہ صدقہ وخیرات وغیرہ میں بڑی پابند ہے مگر وہ اپنی فحش کلامی گالی گلوج اور زبان درازی سے اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ھی فی النّار ''وہ جہنم میں جائے گی پھر انہوں نے کہا کہ اس کے بالمقابل ایک دوسری عورت ہے جو نماز روزہ صدقہ وخیرات میں اس سے کم درجہ پر ہے مگر اس کے پڑوسی اس سے بہت زیادہ خوش ہیں وہ کسی کو ایذا دیتی ہے نہ تکلیف پہونچاتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' ھی فی الجنّة ''وہ جنت میں جائے گی۔[۳]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے پڑوسیوں پر ظلم وستم ڈھاتے اور اپنے سلوک سے ایذا پہونچاتے ہیں ایسے لوگ خسارے میں رہیں گے۔

[۱] صحیح بخاری کتاب الادب باب من کان لا یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ رقم الحدیث: ۶۰۱۷

[۲] صحیح مسلم کتاب الایمان بیان تحریم ایذاء الجار:۲۹۳/۱ رقم الحدیث:۴۶

[۳] مسند أحمد:۴۴/۳

واقعہ یہ ہے کہ حقوق ہمسایہ ادا کرنے والے دنیا میں پُرسکون وپُرمسرت زندگی گذارتے ہیں اور جولوگ رسول اللہ ﷺ کے احکام وفرامین کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ نہ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے محروم ہوتے ہیں بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایسے لوگ طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا لڑائی جھگڑا شر وفساد اور باہم مقدمہ بازی کے دلدل میں جاگرتے ہیں جس سے وہ اپنا ذہنی سکون طاقت و دولت اور اپنی آخرت برباد کرلیتے ہیں۔ اعاذنا الله منه

قیامت کا پہلا مقدمہ:- پڑوسی کوستانا گناہ کبیرہ ہے بروز قیامت سب سے پہلے ان دو پڑوسیوں کا اللہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوگا جنہوں نے دنیا میں ایک دوسرے کی حق تلفی کی ہوگی چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن عقبة بن عامر ! قال رسول الله ﷺ اول خصمين يوم القيامة جاران "[1]

قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسی اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے جنہوں نے ایک دوسرے کی حق تلفی کی ہوگی اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے ہوں گے۔

ایک بزرگ کا واقعہ:- ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے گھر میں چوہے بہت تھے کھانے پینے کی چیزیں خراب کرتے کپڑے اور کاغذات کتر ڈالتے غرضیکہ چوہے کیا تھے ایک عذاب تھے کسی نے عرض کیا حضرت ایک بلی کیوں نہ پال لیں تمام چوہوں کا صفایا کردے گی جواب دیا بھائی سوچ تو بہت دنوں سے میں بھی رہا ہوں مگر ڈر یہ ہے کہ بلی کے ڈر سے چوہے میرے پڑوسیوں کے گھر میں نہ چلے جائیں۔

پڑوسن کے ساتھ زنا:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

---

[1] مسند احمد: ۱۵۲/۴

"قال رجل يا رسول الله اى الذنب اكبر عند الله قال ان تدعوا لله ندا وهو خلقك قال ثم ایّ قال ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك قال ثم ایّ قال ان تزني حليلة جارك "[1]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے آپ نے جواب دیا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے حالانکہ تنہا اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے اس نے پوچھا اس کے بعد کون سا گناہ؟ آپ نے فرمایا اس کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کردے کہ وہ تیری روزی میں شریک ہوجائے گا اور تجھ کو بھوکا رہنا پڑے گا اس نے پھر سوال کیا کہ ان دونوں گناہوں کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

غیر مسلم پڑوسی:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک دن ایک بکری ذبح ہوئی آپ کے پڑوسی میں ایک یہودی رہتا تھا نوکر سے آپ نے تاکید فرمائی کہ جب گوشت تیار ہوجائے تو "بابدأ بجارنا اليهودي" تو پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کو گوشت بھیجنا آپ کی بار بار تاکید پر لوگوں کو حیرت ہوئی تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ:

"مجھے جبریل نے ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید کی ہے کہ میں نے سمجھا کہ پڑوسی ترکہ میں بھی حقدار ہوگا۔"[2]

پڑوسی ہمیشہ کا ساتھی:- ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کسی معاملہ میں اپنے پڑوسی سے جھگڑا کررہے تھے بہت سارے تماشائی جمع ہوگئے اتفاقاً ادھر سے حضرت ابوبکر صدیقؓ گذرے اور یہ منظر دیکھا تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے بہت بلیغ جملہ میں

---

[1] مشکوۃ کتاب الایمان

[2] ابن ماجہ (۳۶۷۳) کتاب الادب (۲۳) باب حقوق الجوار (۴۱) زوائد میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں ادب المفرد باب جار الیہودی

نصیحت فرمائی:

”لا تماظ جارك فانه يبقى و يذهب عنك الناس “[1]

پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو پڑوسی تو ہمیشہ ساتھ رہے گا اور سب لوگ تماشہ دیکھ کر چلے جائیں گے۔

شادی میں پڑوسی کی مدد: -یہ واقعہ ان دنوں کا ہے جب بصرہ میں عبداللہ بن عباسؓ قیام فرماتھے ایک غریب پڑوسی کے متعلق مقامی علماء نے آپ کو بتلایا کہ اس کی بچی کی شادی ہے آپ اس کی مدد کریں حاجت مند شخص چونکہ صاف ستھرا لباس میں رہتا تھا اس لئے آپ نے اس کو مستغنی سمجھا مگر جب حقیقت حال کا علم ہوا تو علماء کرام کو اپنے گھر بلایا جب علماء آپ کے گھر تشریف لے گئے تو آپ نے علماء کی طرف خزانے کی کنجی پھینک دی کہ آپ لوگ جتنا چاہیں نکال لیں علماء نے کہا آپ خود نکال کر دیجئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دس ہزار درہم کی تھیلیاں نکال دیں چنانچہ آپ نے اس کو دس ہزار اشرفی کا عطیہ دیا اور فرمایا کہ اس رقم سے تم اپنی معاشی حالت درست کرو رہا لڑکی کی شادی کے اخراجات تو وہ میرے ذمہ ہے۔[2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا فرمان: -خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عراق کے تمام حکام کو فرمان بھیجا کہ لوگوں کے وظائف بیت المال سے جاری کردو تمام ضلعی وصوبائی حکام وعمال نے تعمیل کے بعد خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو یہ رپورٹ بھیجی کہ:

”والمال فی بیت المال کثیراً“[3]

[1] اشہر مشاہیر الاسلام: ۸۸/۱
[2] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر
[3] کتاب الاموال ص: ۲۵

ابھی بیت المال میں بہت سارا مال موجود ہے۔

تب خلیفہ راشد نے دوسرا فرمان بھیجا کہ پورے صوبہ کے ان مقروضین کی فہرست بناؤ جنہوں نے اسراف وفضول خرچی کے لئے قرض نہ لیا ہو اور ایسے لوگوں کا قرضہ بیت المال سے ادا کردو آخران اضلاع وصوبہ جات نے اس پر بھی عمل کیا اور لکھا کہ ہم نے تمام مقروض اشخاص کے قرضوں کو ادا کردیا ہے لیکن اب بھی بیت المال میں بہت مال ہے تو خلیفہ راشد نے اب تیسرا فرمان جاری کیا کہ اپنے صوبہ کے تمام اضلاع کے شہریوں اور باشندوں کو دیکھو جو نوجوان خرچ کی مجبوری سے شادی نہیں کر پارہے ہیں ان کے اخراجات اور رقوم مہر وغیرہ بیت المال سے ادا کردو عمال نے اس کی تکمیل کے بعد رپورٹ دی کہ ہم نے ضرورت مند نوجوانوں کی شادی ومہر کے سلسلہ میں روپیہ دے کر شادیاں کرادیں لیکن اب بھی بیت المال میں روپیہ بہت ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک واقعہ: -علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ کا ایک پڑوسی موچی تھا مگر بڑا شرابی وکبابی تھا جب کھا پی کر مست ہوجاتا تو یہ شعر روزانہ پڑھتا ؂

[1] امام ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں اس قدر آسودگی اور خوشحالی تھی کہ ان کے وسیع اسلامی مملکت میں زکوۃ لینے والے نہ ملتے تھے اور غریب سے غریب بھی زکوۃ ادا کرنے کے قابل ہوگئے تھے (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص: ۸۵)

حافظ ابن کثیر وعلامہ سیوطی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صاحب مجبوراً ذاتی طور پر اپنی زکوۃ کی تقسیم وحوالگی کے لئے رات کے اندھیرے میں نکلے اور بعض گلیوں میں پھرتے رہے کہ کوئی اجنبی مسافر ادھر سے نکلے تو اسے زکوۃ بتا کر دیدی جائے اتفاق سے ایک صاحب نظر آگئے انہوں نے غنیمت جانا اپنے جیب سے ایک تھیلی نکال کر ان کو دینا چاہا کہ یہ رقم زکوۃ کی ہے قبول فرمالیجئے تو اس آدمی نے بھی اپنی تھیلی پیش کی اور کہا کہ میں بھی اسی خیال سے نکلا ہوں تاکہ کوئی مستحق ملے تو زکوۃ کی یہ رقم اسے دیدوں۔ (البدایۃ والنہایۃ: ۶۴/۵)

اضاعوني وای فتیً اضاعوا　　ليوم كريهة و سداد ثغر

یعنی لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کس نوجوان کو ضائع کر دیا جو مصیبت کے دن اور سرحد پر لام بندی کے دن ان کے کام آ سکتا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک رات مجھ کو یہ آواز سنائی نہ دی تو میں نے صبح لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ مقروض تھا اور قرض ادا نہ کرنے کے سبب جیل میں ڈال دیا گیا یہ سن کر امام صاحب شہر کے حاکم کے پاس خچر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے بڑے پھاٹک کے پاس آپ ٹھہرے اور دربان سے اپنی آمد کی اطلاع کرائی حاکم شہر نے اجازت دی کہ امام صاحب تشریف لائیں حاکم شہر نے آپ کو بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور آنے کا سبب دریافت کیا آپ نے کہا کہ میں اپنے پڑوسی کی سفارش کے لئے حاضر ہوا ہوں جو رقم اس پر واجب ہے مجھ سے لے لیا جائے اور اسے چھوڑ دیا جائے حاکم شہر نے کہا کہ آپ کی تشریف آوری کی برکت سے نہ صرف آپ کے پڑوسی کو بلکہ اس تاریخ کے سارے قیدیوں کو میں آزاد کر رہا ہوں امام صاحب نے اپنے موچی پڑوسی کو رہا کرا کے جب اس کو گھر کی طرف لے چلے تو اس سے پوچھا کہ تم روز پڑھتے تھے کہ لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا تو اس نے تشکر و ممنونیت کا اظہار فرمایا بعض روایات میں ہے کہ وہ اسلام لے آیا۔[1]

فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا ایک واقعہ:- مولانا محمد اسحٰق بھٹی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ’بزم ارجمنداں‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

امرتسر میں ایک کٹر مذہبی فرقے نے یہ اعلان کیا کہ (اہل حدیث) گستاخ رسول اور گستاخ اولیاء ہیں جوان کے سر پر ایک جوتا مارے گا اسے ایک حور ملے گی جو

[1] خطیب بغدادی ص:۳٦٣

ستر جوتے لگائے گا تو وہ ستر حوروں کا مستحق ہوگا جوان کو قتل کرے گا وہ براہ راست جنت میں پہونچ جائے گا خصوصا علامہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا نام لے کر اہل حدیث کے خلاف اشتعال پھیلایا گیا۔

اہل حدیث پر عائد کردہ الزامات کا جواب دینے کے لئے مسجد مبارک اہل حدیث میں ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا مولانا ثناءاللہ امرتسری اپنے پوتے مولانا رضاء اللہ صاحب اور دیگر احباب ورفقاء کے ہمراہ جلسہ میں شرکت کے لئے تانگہ پر مسجد پہونچے مولانا تانگہ سے ابھی اتر ہی رہے تھے کہ ایک بہت ہی مشتعل اور زیادہ عاشق رسول نوجوان قمر بیگ نے تیز دھار ہتھیار سے مولانا پر حملہ کر دیا ضرب اتنی شدید تھی کہ پگڑی کٹ گئی اور سر لہولہان ہو گیا اور خون فوارے کی طرح بہنے لگا دوسرا وار چہرے اور پیشانی پر کیا مولانا زمین پر گر پڑے بڑی مشکل سے بیٹھے تمام جسم لہولہان ہو گیا اس حالت میں مولانا کی زبان پر پہلا جملہ یہ نکلا رب کعبہ کی قسم میں مسلمان ہو گیا اس کے بعد عربی کا یہ شعر پڑھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں انگلی شہید ہونے پر پڑھا تھا:

هل انت الا اصبع دميت في سبيل الله ما لقيت

تو ایک انگلی ہے جو اللہ کی راہ میں خون آلود ہوئی ہے۔

مولانا خون کی کثرت دیکھ کر بار بار یہ دعا پڑھتے:

’’اللهم احشرني في المقتولين‘‘

اے اللہ! بروز قیامت مجھے شہیدوں کی جماعت میں شامل کر دینا۔

حملہ آور بھاگ گیا اور ایک سال بعد کلکتہ سے گرفتار ہوا مقدمہ چلا اور چار سال قید با مشقت کی سزا ہوئی مولانا امرتسری ایک ماہ بعد صحت یاب ہو کر گھر آ گئے مولانا امرتسری قمر بیگ کے خلاف مقدمہ کرنے کے حق میں نہیں تھے فرماتے تھے

اسے گمراہ کیا گیا ہے وہ غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہے لیکن پورے ہندوستان کے طول وعرض میں مطالبات ہوئے قراردادیں پاس ہوئیں حکومت کو تار دیئے گئے کہ مجرم کو گرفتار کر کے سخت سزا دی جائے جس کی وجہ سے وہ چار سال جیل میں رہا۔

مولانا امرتسریؒ ٹھنڈے مزاج کے مالک تھے انتقام کا جذبہ ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں نہ تھا ملزم قمر بیگ ایک مزدور آدمی تھا دن کو مزدوری کر کے اپنے بچوں کی پرورش کرتا تھا مولانا کو علم ہوا کہ اس کے ذریعہ معاش نہیں ہے تو اپنے دوست ڈاکٹر کے ذریعہ پچاس روپیہ ماہانہ خفیہ طور پر ان کے گھر پہونچاتے رہے اور اس دور میں پچاس روپیہ پوری ایک فیملی کے ماہانہ اخراجات ہوتے تھے مولانا نے تاکید کی ان کا نام ظاہر نہ کیا جائے فرمایا کرتے تھے غلطی قمر بیگ نے کی ہے اس کے بچوں کا کیا قصور ہے مولانا پانچ سال مسلسل پچاس روپیہ ماہانہ اس آدمی کے بچوں کو بھیجتے رہے جس نے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی قمر بیگ رہا ہو کر آئے دیکھا گھر کی حالت ٹھیک ٹھاک ہے بیوی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ فلاں ڈاکٹر صاحب ماہانہ پچاس روپئے دیتے تھے ڈاکٹر صاحب سے بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ علامہ مولانا ثناء اللہ امرتسری عنایت فرماتے تھے یہ سن کر قمر بیگ نہایت ندامت سے آبدیدہ ہو کر مولانا امرتسری کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے اس فعل شنیع کی معافی مانگی مولانا امرتسری نے اسے گلے لگالیا۔(بزم ارجمند از مولانا اسحٰق بھٹی)

نبی اکرم ﷺ نے امت مسلمہ کو جس بات کی سخت تلقین کی وہ یہ کہ برائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی اور خوش خلقی سے دینا اگر کوئی بدسلوکی بھی کرے تو اس کا بدلہ حسن سلوک سے دو ایک سچے پکے مومن کی علامت بھی یہی ہے کہ زیادتیوں کو دور کر کے حسن سلوک اور حسن اخلاق سے پیش آئے یہی وجہ تھی کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ اس شخص سے اخلاق

کریمانہ اور خندہ پیشانی سے ملے جو قتل کی نیت سے زہریلی تلوار میان میں رکھ کر حاضر خدمت ہوا تھا، اس سے بھی جس نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کے قتل کی ناپاک سازش کی تھی جس کا درد و کرب حیات مبارکہ کے آخری سانس تک باقی رہا اس سے بھی جس نے نماز کی حالت میں آپؐ پر اوجھ لاکر رکھ دیا اور ان سے بھی جو آپؐ کے راستوں میں کانٹے لا کے تکلیف دینے کی خاطر ڈال دیا کرتے تھے۔

مہمانوں کے حقوق

مہمان نوازی اسلامی تعلیمات کا اہم جز ہے اسلام نے مہمان نوازی کی بہت زیادہ اہمیت دی ہے مہمان نوازی حقوق العباد میں داخل ہے مہمان کی تواضع وخدمت اتنی اہم ہے کہ اسکو ایمان کا جزء بتایا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ کَانَ یُوْمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفه"[1]

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔

مہمان کی عزت کرنے کا مطلب ہے ان سے خندہ پیشانی سے ملے اس کا خیر مقدم کرے اور پنی طاقت کے مطابق پہلے روز اس کی خوب تواضع کرے البتہ دوسرے اور تیسرے دن معمول کے مطابق ما حضرا سے پیش کرتا رہے۔

مہمان نوازی حسن سلوک کی ہی ایک صورت ہے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کی تاکید ہے اگر ایک دوست یا رشتہ دار کا احترام اور اس کی انسانی ضروریات کا اہتمام نہ کیا جائے تو ظاہر بات ہے کہ یہ حسن سلوک کے منافی طرز عمل ہوگا علاوہ ازیں اللہ کی رزّاقیت پر بھی عدم اعتماد اور عدم یقین ہوگا اور یہ دونوں ہی باتیں ایک مسلمان کے شایان شان نہیں اسی لئے حدیث کے انداز بیان سے واضح ہے کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا اکرام ضیف میں کوتاہی نہ کرے گا اور جو اس میں کوتاہی کرے گا تو یہ گویا اس کے ایمان کی کمزوری ہے۔

ہمارے محمد عربی ﷺ بڑے مہمان نواز تھے آپ کے مسلمان مشرک اور کافر سب

[1] صحیح مسلم کتاب اللقطۃ باب الضیافۃ و نحوھا حدیث: ۴۸ قبل ۱۷۲۷

ہی مہمان ہوتے آپ سب کی خاطر تواضع کرتے اور خود ہی سب کی خدمت کرتے کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود رہتا وہ ان کو کھلا پلا دیا جاتا اور پورا گھر فاقہ کرتا۔

مہمان نوازی:- شہاب بن عباد کہتے ہیں قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس کے چند ارکان نے بتلایا کہ جب ہم مدینہ پہونچے تو لوگ خوش ہوئے انہوں نے اچھی جگہ دی خوب خاطر کی نبی ﷺ نے بھی ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمارے لئے دعا فرمائی آپ نے ہم پر نظر ڈالی اور پوچھا تمہارا سردار اور لیڈر کون ہے؟ ہم نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے لیڈر ہیں آپ نے پوچھا کیا یہ اشج تمہارے لیڈر ہیں یعنی (یہ صاحب جن کے چہرے پر زخم کا نشان ہے) ہم نے عرض کیا ہاں یہ ہمارے لیڈر ہیں منذر کے چہرے پر کبھی کسی گدھے نے لات ماری تھی اس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گئے تھے اشج اسی وجہ سے نبی نے فرمایا ورنہ ہم لوگ اس سے پہلے انہیں اشج نہیں کہتے تھے وفد کے دوسرے لوگ نبی ﷺ سے ملاقات کے اشتیاق میں پہلے ہی پہونچ گئے تھے نہ اپنا سامان قرینے سے رکھا نہ سواریوں کو باندھا نہ کپڑے بدلے لیکن منذر نے پہلے سب سواریوں کو باندھا سب سامان قرینے سے رکھا پھر اپنے بیگ سے صاف کپڑے نکال کر پہنے تب وہ حاضر ہوئے تھے جب منذر آئے تو نبی ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے پیر پھیلائے بیٹھے تھے تو لوگ انہیں جگہ دینے کے لئے سمٹ گئے اور کہا یہاں تشریف لائیے چنانچہ وہ نبی ﷺ کے داہنی طرف بیٹھے آپؐ نے انہیں خوش آمدید کہا شفقت بھرے لہجے میں گفتگو کی پھر انصار سے آپ نے فرمایا اپنے ان بھائیوں کی اچھی طرح خاطر تواضع کرو یہ اسلام لانے میں بھی تمہارے مشابہ ہیں اور اپنے

چہرے بشرے کے لحاظ سے بھی تم سے ملتے جلتے ہیں یہ لوگ کسی جبر اور دباؤ کے ایمان لائے ہیں جب کہ دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا یہاں تک کہ میدان جنگ میں مارے گئے دوسرے دن صبح کو حضور نے ان سے پوچھا تمہارے انصاری بھائیوں نے تمہاری کیسی خاطر تواضع کی انہوں نے کہا یہ ہمارے بہترین بھائی ہیں انہوں نے ہمارے لئے آرام دہ بستر فراہم کیا بہترین کھانا کھلایا اور رات میں اور صبح کو یہ ہمیں اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کے طریقے کی تعلیم دیتے رہے یہ سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔

غریبی میں مہمان نوازی:- قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ میں گھر بیت کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے حقیقت میں گھر ہے گھر والیوں کا گھر والی اگر گھر میں نہیں ہے تو اس گھر کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی مہمانوں کا معاملہ ایسا ہوتا ہے جس کا تعلق زیادہ تر عورتوں ہی سے متعلق ہوتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے گھر والی مہمانوں کی وجہ سے گھبرا جاتی ہے لیکن صحابیات کے واقعات میں ہمیں ایسی کوئی بات نہ ملی حضرت ام سلیمؓ کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے گھر کو مہمان خانہ بنا رکھا تھا حضور ﷺ کے پاس جو مہمان آتا وہ زیادہ تر انہیں کے یہاں ٹھہرتا۔

اس سلسلے میں نہایت دلچسپ اور نصیحتوں سے بھرا ہوا واقعہ ام سلیمؓ کا ہے ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس دو مہمان آئے آپ نے اپنے گھر کہلا بھیجا جواب آیا برکت ہی برکت ہے آپ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کون ان کو مہمان رکھے گا حضرت ام سلیمؓ کے شوہر حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حضرت ابوطلحہؓ دونوں مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے ام سلیمؓ نے کہا تو معلوم ہوا کہ صرف بچوں کا کھانا رکھا ہے وہ کھانا مہمان کو اس طرح کھلایا گیا کہ چراغ بجھا دیا گیا کھانا مہمانوں

کے سامنے رکھا گیا حضرت ابوطلحہؓ بھی شریک ہو گئے مگر ام سلیم کی بتائی ہوئی ترکیب کام میں لاتے ہوئے یعنی ہاتھ کھانے تک لے جاتے لیکن نوالہ نہ اٹھاتے اور پھر منہ کے پاس لے جاتے مہمان سمجھتے کہ وہ بھی کھا رہے ہیں اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر رخصت کیا صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوطلحہ تمہارے گھر مہمانوں کو جس طرح رکھا گیا اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے مجھے دی۔[1]

مہمان اور میزبان میں کلام کی ابتدا باہمی سلام سے ہونا چاہئے مہمان کی تکریم جزء ایمان ہے اگر کوئی شخص ان سے اہانت آمیز سلوک کرے تو میزبان پر فرض ہے مہمانوں کی جانب سے مدافعت کرے کیونکہ اس سے خود میزبان کی توہین ہوتی ہے جب مہمان رخصت ہونے لگے تو ان کو بھیجنے کے لئے کچھ دوران کے ساتھ جانا سنت ہے۔

مہمانی اور میزبانی میں عام دعوت بھی شامل ہے اسلام نے اس کے آداب مقرر کئے ہیں وہی آداب سب مسلمانوں کے لئے ہیں جب کوئی شخص کسی کے یہاں دعوت میں جائے تو اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہونا چاہئے اور کھانا کھلانے سے بہت پہلے نہ جانا چاہئے کہ گھنٹوں کھانے کا انتظار کرنا پڑے اور نہ کھانے کے بعد اتنا بیٹھنا چاہئے کہ صاحب خانہ پریشان ہو جائے داعی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مدعو شخص کو مدعو کے ساتھ نہ جانا چاہئے جب تک دسترخوان نہ اٹھ جائے اس وقت کسی کھانے والے کو نہ اٹھنا چاہئے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”عن عبد اللہ بن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت المائدة فلا یقوم رجل حتی ترفع المائدة ولا یرفع یدہ و ان شبع

[1] صحیح بخاری مناقب الانصار باب قول اللہ عز وجل ”ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ“ الحشر: ۹/۷ ۴۹۵ رقم الحدیث: ۳۷۹۸، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الأشربۃ باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ: ۲۰۹/۳ رقم الحدیث: ۱۷۲:۲ (۲۰۵۴)

حتی یفرغ القوم و لیعذر فان الرجل یخجل جلیسه فیقبض یده و عسیٰ ان یکون له فی الطعام حاجة ''[1]

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دسترخوان لگ جائے تو اس وقت تک کوئی نہ اٹھے جب تک دسترخوان بڑھا نہ دیا جائے اور نہ کوئی شخص خواہ وہ کھا چکا ہو اس وقت کھانے سے ہاتھ روکے جب تک سب لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اور اگر اٹھنا ہی چاہے تو اس کی معذرت کر لے عذر کے بغیر دسترخوان سے اٹھ جانے سے اس کے پاس بیٹھا ہوا آدمی بھی شرم سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے جو ابھی شکم سیر نہیں ہوا ہے۔

مہمان کا حق:۔ حضرت خویلدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو اپنے مہمان کی خاطر تواضع کریں اپنی طاقت کے مطابق پہلے دن اس کی خوب مدارت اور تواضع کریں البتہ دوسرے اور تیسرے دن معمول کے مطابق ما حضر پیش کریں مہمان کو بھی تاکید کی گئی ہے کہ وہ کسی کے گھر تین دن سے زیادہ قیام نہ کرے زیادہ قیام کی صورت میں ممکن ہے میزبان کو تکلیف ہو اور اسے زیر بار ہونا پڑے''۔

اس حدیث کے آخری حصہ کی تشریح وہ حدیث کرتی ہے جو صحیح مسلم میں آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس قیام کرے یہاں تک کہ اسے پریشانی میں مبتلا کر دے لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! وہ کس طرح اسے پریشانی میں مبتلا کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ اس طرح کہ میزبان کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس مہمان داری کے لئے کچھ نہ ہو۔''

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: [2]

[1] ابن ماجہ کتاب الاطعمة باب النہی ان یقام عن الطعام حتی یرفع: ۲/۱۰۹۶، رقم الحدیث: ۳۲۹۵
[2] صفوة الصفوة: ۱/۲۳۶

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب کسی کے یہاں مہمان ہوتے اور تین دن مہمانی پر گذر جاتے تو اپنے خادم نافع سے فرماتے کہ:

'انفق مالنا'' اب تین دن مہمانی کے ختم ہو گئے اب خورد و نوش کے لئے ہمارا مال خرچ کرو''

مہمان وجہ مغفرت:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا اراداللہ بقوم خیراً اھدی اللہ الیھم ھدیة الضیف یاتی برزقه و یرتحل قد غفراللہ لاھل المنزل''[1]

اللہ جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے پاس مہمانوں کو تحفہ کی شکل میں بھیج دیتا ہے مہمان اپنی روزی خود لے کر آتا ہے اور واپس اپنے گھر چلا جاتا ہے اور میزبانی کرنے والے اہل خانہ اس مہمان نوازی کے طفیل بخش دیئے جاتے ہیں۔

سچ ہے:

اللہ میرے رزق کی برکت نہ چلی جائے
دو دن سے میرے گھر میں کوئی مہمان نہیں ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام [2] کا پورا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری سنانے فرشتے آئے مہمان سمجھ کر ابراہیم نے گھر میں کھانا تیار کرنے کی اطلاع دی اور اہلیہ صاحبہ نے کھانا تیار کیا کھانا مہمانوں کے سامنے پیش ہوا تو وہ فرشتے تھے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھایا تو معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں کھانا نہیں کھائیں گے اس وقت فرشتوں نے کہا ابراہیم ڈرو نہیں ہم فرشتے ہیں ہم کو قوم لوط کی تباہی و بربادی کے لئے بھیجا گیا ہے اور ہم تمہیں اسحاق جیسے بیٹے

[1] منتخب کنز العمال: ۳/۴۱۷
[2] الذاریات: ۲۴

کے پیدا ہونے کی اور ان کے بعد یعقوب جیسے پوتے کی پیدائش کی خوشخبری سناتے ہیں حضرت ابراہیم کی اہلیہ جو مہمان کی خدمت گذاری اور کھانے پینے کی چیزیں حضرت ابراہیم کے ذریعہ ان تک پہونچانے کے لئے پردہ کے اوٹ میں کھڑی ہو کر ابراہیم اور فرشتوں کی گفتگو سن رہی تھیں بچہ کی ولادت کی بشارت سن کر تعجب سے بول پڑیں کیا اس بڑھاپے میں مجھ بڑھیا بانجھ کو بچہ کی ولادت ہوگی اس وقت فرشتوں نے براہ راست بیگم ابراہیم کو خطاب کیا اور فرمایا:

﴿قَالُوْآ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِا للّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ﴾[۱]

فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے تم پر اے اس گھر کے لوگو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں بیشک اللہ حمد وثناء کا سزاوار اور بڑی شان والا ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر کا واقعہ:- حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر کا واقعہ قرآن مجید سورہ کہف[۲] میں مذکور ہے کہ یہ دونوں حضرات کہیں سفر فرما رہے تھے ایک بستی میں پہونچ کر وہاں کے لوگوں سے ملاقات کی اور چاہا کہ بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں تواضع اور خدمت کریں مگر کھانا طلب کرنے کے باوجود اہل بستی نے ان لوگوں کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا یہ دونوں بزرگ واپس ہو رہے تھے کہ راستہ میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی انہوں نے اسے مرمت کر کے سیدھی کر دی اللہ تعالی نے بستی والوں کی برائی کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے جنہوں نے مہمانوں کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا تھا مہمانوں سے بدسلوکی کا ذکر قیامت تک

---

[۱] ہود:۷۳

[۲] الکہف:۷۷

مسلمان پڑھتے رہیں گے۔

میاں محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کا واقعہ:- شیخ الکل فی الکل میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کے گھر ایک مہمان آیا ان دنوں آپ کے گھر میں بڑی غریبی تھی بڑی مشکل سے مہمان کے کھانے بھر کا انتظام ہوتا تھا محدث دہلوی خود بھوکے رہ جاتے اور مہمان کو کھلا دیتے وہ محدث دہلویؒ کے یہاں تین دن تک مقیم رہا اور میاں محدث دہلویؒ تینوں دن بھوکے رہ رہ کر ان کی خاطر تواضع کرتے رہے آپ کو بڑی کمزوری آگئی مگر طالبان حدیث کو درس دینا بند نہ کیا تاکہ کسی کو بھوکا رہنے کی خبر نہ ہو جائے جب کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر نہ پڑھا سکتے تو ٹیک لگا کر درس دیتے۔

علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کا واقعہ:- ایک بار ایک شخص سرگودھا سے ملاقات کے لئے امرتسر آیا ان صاحب کو علامہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مکان اور مسجد کا علم نہیں تھا وہ سیدھا مدرسہ غزنویہ چلا گیا مدرسہ غزنویہ ان دنوں ہندوستان میں اہلحدیث کی مشہور درس گاہ تھی یہ مشہور تھا جس نے غزنوی مدرسہ سے فیض حاصل نہیں کیا اس کا علم پختہ نہیں مولانا عبدالکریم کہتے ہیں کہ میرے مشہور استاد مولانا محمد حسین ہزاروی نے میری ڈیوٹی لگائی کہ سرگودھا سے آنے والے مہمان کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مکان پر چھوڑ آؤ مہمان کے ہمراہ تانگہ پر سوار ہو کر ہم مولانا کے گھر پہونچے گھر میں اطلاع دی گئی ایک لڑکا آیا اس نے نہایت احترام سے مہمان خانے میں بٹھایا تھوڑی دیر کے بعد گرم دودھ مٹھائی اور فروٹ کے ساتھ ہماری پر تکلف تواضع کی گئی مولانا امرتسری ان دنوں بخار میں مبتلا تھے مہمان کی اطلاع پا کر کمبل اوڑھے تشریف لائے اور ہم سے بڑے تپاک سے ملے سرگودھا کے مہمان کے ساتھ بڑی عزت اور احترام

اور محبت سے گفتگو کی مولانا نے فرمایا: مجھ ناچیز سے ملاقات کے لئے سرگودھا سے طویل سفر سے آنا میرے لئے باعث برکت ہے اس پر میں اللہ کا شکرادا کرتا ہوں اور آپ کا بھی مشکور ہوں مہمان نے کہا میں ایک ضروری کام کے لئے حاضر ہوا تھا ہمارے یہاں یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر نہیں کہتے نہ فتوی دیتے ہیں چونکہ عوام میں بدگمانیاں پیدا ہو رہی تھیں اس لئے میں تحقیق کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے فرمایا کہ یہ کسی مہربان نے غلط حرکت کی ہے میری کتابیں اٹھا کر دیکھو میں وہی کہتا ہوں وہی لکھتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے جھوٹے نبی کے بارے میں الفاظ استعمال کئے مرزا غلام احمد قادیانی دجّال کذّاب اور لعین ہے کیا یہ الفاظ کسی مسلمان کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کافر ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے باتیں جاری تھیں کہ پُر تکلف کھانا آ گیا ہم نے کھانا شروع کیا مولانا اجازت لے کر آرام کے لئے تشریف لے گئے کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے بھی آرام کیا دو گھنٹہ کے بعد مولانا تشریف لائے مہمان نے واپسی کی اجازت طلب کی مولانا امرتسری نے فرمایا تین دن تک آپ میرے مہمان ہوں گے اس کے بعد میں آپ کی اجازت پر غور کروں گا اتنی دور سے آنے والے مہمان کو میں کیسے اجازت دے سکتا ہوں مسجد میں پانچ وقت نماز با جماعت پڑھیں اور یہ میرا گھر اور مہمان خانہ آپ کے لئے وقف ہے مہمان نے جب حد سے زیادہ اصرار کیا تو مولانا بادل ناخواستہ اجازت دی اور بوقت الوداع مہمان کی جیب میں پچاس روپئے ڈال دیئے کہ یہ آپ کے سفری اخراجات ہیں حالانکہ ان دنوں سرگودھا سے امرتسر کا کرایہ پانچ یا چھ روپیہ تھا بڑی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا

پانچ روپیہ میری جیب میں ڈال دیئے کہ بیٹا عبد الکریم تو نے میرے مہمان کو گھر پہونچایا بڑی تکلیف اٹھائی اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور عالم باعمل بنائے ان دنوں ایک طالب علم کے لئے پانچ روپیہ ایک ماہ کا خرچ ہوتا تھا۔[1]

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تابعین عظام تبع تابعین محدثین کرام ائمہ دین وعلماء سلف زبردست مہمان نواز تھے اور تواضع وانکساری آپ لوگوں کے نمایاں اوصاف تھے اور ان میں یہ اوصاف حمیدہ کیوں نہ ہوں جبکہ ہمارے نبی ﷺ مکارم اخلاق سے مزین تھے آپ ﷺ کی تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ خادم رسول حضرت انسؓ کہتے ہیں:

’’مدینہ کی کوئی بچی یا لونڈی اللہ کے نبی ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کے جہاں چاہتی لے جاتی‘‘۔(بخاری)

امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’الزہد‘‘ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے:

’’تمہاری سب سے بڑی افضل عبادت تواضع ہے‘‘۔

ماضی قریب میں امت ایسی ہی صفات کی حامل اپنے خاص علماء سے محروم ہوگئی جیسے سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز محدث عصر محمد ناصر الدین البانی محمد صالح العثیمین محدث جلیل عبید اللہ رحمانی مبارکپوری[2] صاحب مرعاۃ المفاتیح وڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری وغیرہم رحمہم اللہ تعالی وتغمدہم بواسع مغفرتہ۔

---

[1] بزم ارجمنداں از مولانا محمد اسحاق بھٹی

[2] شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری صاحب مرعاۃ المفاتیح رحمہ اللہ کی تواضع وانکساری اور مہمان نوازی کا ہر آنے جانے والا رطب اللسان ہے بارہا حاضری کا موقع ملا آپ کی زبردست مہمان نوازی کو دیکھا دنیاوی اعتبار سے بڑی ہستیوں کی تو بہت (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میزبان کے حق میں دعائیں: -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱-" اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَ اسْقِ مَنْ سَقَانِیْ "[۱]

اے اللہ اس شخص کو کھلا جس نے مجھے کھلایا اور اس شخص کو پلا جس نے مجھے پلایا۔

۲-" اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ فَاغْفِرْلَھُمْ فَارْحَمْھُمْ "[۲]

اے اللہ! جو کچھ تو نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں ان کو برکت دے پھر ان کو بخش دے پھر ان پر رحم کر۔

۞۞۞

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا) سے لوگ خاطر مدارت اور مہمان نوازی کر لیتے ہیں لیکن اگر عام آدمی بھی آپ کی خدمت میں جاتا تھا تو اس کی بھی علامہ محدث مبارکپوری مکمل مہمان نوازی کرتے تھے یہاں تک کہ وضوء کے لئے پانی رکھتے اور اس طرح وہ آدمی ان کے اخلاق حسنہ اور تواضع کا گرویدہ ہو جاتا علمی جلالت اور وقار کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اخلاق عالیہ اور تواضع کی بدولت شیخ الحدیث مبارکپوری کو قابل رشک ہر دلعزیزی علماء وعوام ہر دو کی محبت ملتی تھی خاص بات یہ ہے کہ شیخ مبارکپوری کی یہ تمام اوصاف ان کے مدرسہ رحمانیہ دہلی کے شاگردوں میں بھی منتقل ہو گئے تھے واقعہ یہ ہے کہ تمام رحمانی علماء جس طرح علمی طور پر ممتاز تھے اسی طرح اخلاق وتواضع اور مہمان نوازی میں بھی شیخ الحدیث مبارکپوری کے مکمل تربیت یافتہ تھے مثلاً مولانا محمد اقبال رحمانی بونڈھیار، مولانا محمد خلیل رحمانی سدھارتھ نگر، مولانا عبد الرحمٰن جھنڈانگر، مولانا عبد الصبور رحمانی اکرہرا، مولانا عبد الجلیل رحمانی ششہنیاں، خطیب الاسلام مولانا عبد الرؤف رحمانی صاحب جھنڈانگری، مفسر قرآن مولانا عبد القیوم صاحب رحمانی دودھنیاں، مولانا محمد اسحٰق رحمانی چیونٹھوا بسکوہر بازار وغیرہم۔

[۱] صحیح مسلم مع المناہج کتاب الأشربة باب اکرام الضیف :۲۱۱/۱۴-۲۱۲ رقم الحدیث : ۱۷۴-۲۰۵۵

[۲] صحیح مسلم مع المناہج کتاب الأشربة باب استحباب دعاء الضیف لاہل الطعام :۱۹۴/۱۳ رقم الحدیث: ۱۴۶-۲۰۴۲، وسنن أبی داؤد وکتاب الاشربة باب فی النفخ فی الشراب :۳۳۸/۳ رقم الحدیث:(۳۷۲۹)

خاوند اور بیوی کے حقوق

اسلام نے خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق کا پابند بنایا ہے جن کی ادائیگی دونوں پر شرعاً واجب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[۱]

اس آیت کریمہ نے خاوند بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق و آداب ثابت کئے ہیں جب کہ خصوصی اعتبارات کی بنیاد پر مردوں کو ایک درجہ کی خصوصیت حاصل ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

”ألا من لكم علىٰ نساء كم ولنسائكم عليكم حقا“[۲]

سنو تمہارے لئے تمہاری بیویوں پر حقوق ہیں اور تمہاری عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔

ان میں بعض حقوق تو دونوں کے لئے مشترک اور برابر ہیں اور بعض حقوق ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ ہیں چنانچہ مشترکہ حقوق میں یہ حقوق و آداب داخل ہیں:

(ا) امانت: — دونوں ایک دوسرے کے امین ہوتے ہیں کوئی دوسرے کی خیانت نہ کرے معمولی چیز ہو یا زیادہ خاوند بیوی میں دو شریک ساتھیوں کی طرح ہوتے ہیں ان میں امانت خیر خواہی سچائی اور اخلاص کا پایا جانا زندگی کے ہر موڑ پر ضروری ہے۔

---

۱ البقرۃ:۲۲۸

۲ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وصححہ الترمذی

(۲) محبت اور رحم کا جذبہ:- خاوند اور بیوی کے لئے ضروری ہے کہ دکھ سکھ میں ساری زندگی ایک دوسرے کے کام آئیں اور خالص محبت وشفقت کا اظہار کرتے رہیں اور اس ارشاد حق تعالیٰ کا مصداق بنیں:

﴿وَ مِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوْآ اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾[۱]

۳- باہمی اعتماد:- خاوند اور بیوی ایک دوسرے پر مکمل بھروسہ کریں خیر خواہی سچائی اور اخلاص میں ایک دوسرے پر شک وشبہ نہ کریں رسول اللہ نے فرمایا:

"لا یومن أحدکم حتی یحب اخیه ما یحب لنفسه "[۲]

تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

زوجیت کے رابطہ نے اخوت ایمانی کے ربط وتعلق کو مزید بڑھایا ہے اور اس میں پختگی اور اعتماد پیدا کیا ہے اسی وجہ سے خاوند بیوی دونوں خود کو ایک ہی ذات سمجھتے ہیں پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے انسان اپنی ذات پر اعتماد نہ کرے اور اس کے خیر خواہی کے جذبات نہ رکھے۔

حقوق عامہ:- معاملات میں نرمی چہرے کی شگفتگی گفتگو میں ادب واحترام یہی معاشرت بالمعروف ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[۳]

اور عورتوں سے معروف طریقے کے ساتھ بناہ کرو۔

---

[۱] الروم:۲۱

[۲] صحیح بخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسهٖ:۵۶/۱رقم الحدیث:۱۳، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الایمان باب لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه:۲۱۲/۲رقم الحدیث:۱۷۔۴۵

[۳] النسآء:۱۹

اور یہی وہ اچھی وصیت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمائی:

"و استوصوا بالنسآء خیراً"[۱]

اور عورتوں کے لئے اچھی وصیت قبول کرو۔

یہ مذکورہ بالا حقوق وآداب خاوند بیوی میں مشترک ہیں۔

نیز ارشاد ہوا:

﴿وَلاَ تَنْسَوُا لْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[۲]

اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا مت بھولو بے شک اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

کچھ حقوق وآداب ان کے ایک دوسرے پر انفرادی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

بیوی کے حقوق:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[۳]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یفرك مؤمن مؤمنة ای لا یبغضها ان کره فیها خلقا رضی منها خلقا آخر"[۴]

کوئی مومن کسی مومنہ (بیوی) سے نفرت نہ کرے اس لئے کہ اگر اس کی ایک عادت اچھی نہ لگے تو دوسری اچھی لگے گی۔

نیز فرمایا:

"اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا و خیارکم خیارکم لنساءهم"[۵]

---

[۱] صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنسآء:۴۶/۱۰حدیث:۶۰۔۱۴۶۸

[۲] البقرۃ:۲۳۷

[۳] النسآء:۱۹

[۴] مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنسآء:۳۴۱/۵حدیث:۱۴۶۹

[۵] ترمذی أبواب الرضاع باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجها:۱۳۸/۱

ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی''[1]

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہے اور میں بھی اپنے اہل کے لئے بہتر ہوں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلیٰ الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[2]

اور دستور کے مطابق ان کی خوراک اور پوشاک اس کے ذمہ ہے جس کا بچہ ہے۔

نیز فرمایا:

''اذا انفق الرجل علی اهله یحتسبها فهو له صدقة''[3]

جب آدمی اپنی بیوی بچوں اور زیر کفالت لوگوں پر اجر آخرت کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ یعنی اجر وانعام کا کام بنتا ہے۔

بیوی کو ضروری دین کے احکام سکھائے اگر وہ نہیں جانتی یا اسے اجازت دے کہ وہ مجالس علم و وعظ میں شریک ہو اور علم حاصل کرے اس لئے کہ عورت کو اپنے دین اور روح کی اس سے زیادہ ضرورت ہے جتنی اسے کھانے اور پانی کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْ اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَاراً﴾[4]

---

[1] ترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی ﷺ :۲/۲۲۹ و رواہ ابن ماجہ عن ابن عباس کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النسآء:۱/۶۳۶ حدیث:۱۹۷۷

[2] البقرۃ:۲۲۳

[3] صحیح بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقۃ علی الاہل:۹/۱۰۷ حدیث:۵۳۵۱، مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین:۴/۹۳ حدیث:۱۰۰۲

[4] التحریم:۶

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

عورت بھی اس کی گھر والی ہے ایمان و عمل صالح کے ساتھ اسے جہنم سے بچانا ضروری ہے اور عمل صالح کے لئے علم معرفت کی ضرورت ہے تاکہ علم کی بنیاد پر وہ اپنے عمل اور ایمان کو درست کر سکے اسلامی تعلیمات و آداب پر عمل پیرا ہونے کا اسے پابند کرے بے پردہ باہر نکلنے اور غیر محرم مردوں کے اختلاط سے اسے منع کرے اور اس پر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی حفاظت اور پوری نگہداشت کرے بداخلاقی اور عملی خرابیوں سے اسے بچائے اللہ ورسول کے احکام سے بغاوت اور گناہ فسق و فجور کی زندگی گزارنے کے لئے اس کے لئے کھلا میدان نہ چھوڑے اس لئے کہ وہ ذمہ دار نگہبان ہے اس کی حفاظت کرنی اس کی ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾[1]

مرد عورتوں پر ذمہ دار ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الرجال راع فی اهله و هو مسئول عن رعیته''[2]

مرد اپنے اہل کا ذمہ دار ہے اور ان کی ذمہ داری کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا۔

اگر دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہیں تو ان کے درمیان انصاف روا رکھے خورد ونوش اور لباس اسی طرح رہائش اور شب باشی میں ان کے مابین عدل اور برابری کرے ان امور میں ظلم و زیادتی روا نہ رکھے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ﴾[3]

---

[1] النسآء:۳۴

[2] بخاری کتاب الاحکام باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول:۱۳/۱۱۹ حدیث:۷۱۳۸

[3] النسآء:۳

اگر تمہیں خطرہ ہے کہ عدل وانصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔

☆ اپنی بیوی کا کوئی راز افشانہ کرے اور نہ ہی اس کے کسی عیب کا تذکرہ کرے اسلئے کہ وہ اس کا امین ہے اور اس کی حفاظت ونگہداشت اور دفاع کا اسے حکم دیا گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

’’ان من شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل يغضى الى امرأته و تغضى اليه ثم ينشرسرها ‘‘[1]

اللہ کے نزدیک اس انسان کا مقام قیامت کے دن بدترین ہوگا جو اپنی بیوی کے پوشیدہ راز افشا کرتا ہے۔

☆ نئی بیوی کے پاس اگر کنواری ہے تو سات دن رہے اور اگر بیوہ ہے تو تین دن اور پھر سب میں تقسیم برابر کردے اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

’’البكر سبعة ايام والثيب ثلاث ثم يعود الى نساء ه ‘‘[3]

کنواری کے لئے سات دن اور بیوہ کے لئے تین دن ہیں پھر معمول کے مطابق اپنی تمام عورتوں کی طرف لوٹ آئے گا۔

☆ عورت کا کوئی رشتہ دار بیمار ہے تو اس کی عیادت کے لئے اور فوت ہونے کی صورت میں جنازہ پر جانے کے لئے اس کو اجازت دینا بہتر ہے اس کے علاوہ رشتہ داروں کی ملاقات کے لئے بھی عورت جاسکتی ہے مگر اس طور پر کہ خاوند کے مصالح کو نقصان نہ پہونچے۔

☆ مہر کا ادا کرنا مہر کم ہو یا زیادہ بیوی کا شرعی حق ہے اس کو ادا کرنے میں تاخیر نہیں

---

[1] مسلم کتاب النکاح باب تحریم افشاء سر المرأۃ: ۲۶۱/۵ حدیث: ۱۴۳۷
[2] البقرۃ: ۲۲۶
[3] صحیح مسلم مع المنهاج کتاب الرضاع باب ما تستحقه والثيب من اقامة الزوج: ۳۵/۱۰ حدیث: ۴۲-۱۴۶۰

کرنی چاہئے اللہ کا حکم ہے:

﴿فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾[1]

☆ اپنی استطاعت کے مطابق خرچ دینا- خاوند کے ذمہ شرعی طور پر اپنی بیوی کو خرچ دینا ضروری ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ﴾[2]

وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جو روزی میں تنگدست ہے تو وہ اتنا ہی خرچ کرے جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

’’عن حكيم بن معاوية القشيرى عن ابيه قا ل قلت يا رسول الله ما حق زوجة احدنا عليه ؟ قال ان تطعمها اذا طعمت و تكسوها ا ذ كتسبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فى البيت ‘‘[3]

حکیم اپنے والد معاویہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے (یعنی معاویہؓ نے) کہا اے اللہ کے رسول ﷺ شوہر کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے اس کے چہرے پر نہ مارے اور اس کو بددعا کے الفاظ نہ کہے۔ (مثلا خدا تیرا چہرہ بگاڑ دے وغیرہ) اور اگر جائز اور معقول بات نہ مانے اور ترک تعلق ناگریز ہو جائے تو گھر میں ترک تعلق یعنی گھر میں اپنی چارپائی الگ کرلے۔

چہرہ پر تو جانور تک کو مارنا جائز نہیں چہ جائیکہ بیوی زندگی بھر کی رفیق کو اور جب وعظ ونصیحت سے بیوی نہ سدھرے تو جسم کے دوسرے حصوں پر شوہر مار سکتا ہے لیکن محمد عربی ﷺ کا حکم ہے کہ ایسی مار نہ مارے جو زخم پیدا کردے یا ہڈی توڑ دے۔

---

[1] النسآء: ۲۴
[2] الطلاق: ۷
[3] ابوداؤد کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی زوجها: ۲/۲۴۴ حدیث: ۲۱۴۲

یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے:

'' اطعموھن ما تاکلون واکسوھن ما تکسون ولاتضربوھُنَّ ۱ ولا تقبحوھن ''۲

تم جو کھاؤ وہی ان کو بھی کھلاؤ جو پہنو وہی ان کو بھی پہناؤ ان کو مت مارو اور بھلا برا مت کہو۔

☆ بیوی کا حق خاوند پر یہ ہے کہ وہ اس کے جنسی حق کو پورا کرے اور اسے مہمل اور معطل نہ چھوڑے اللہ کا حکم ہے:

﴿فَاِذَا تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾۳

جب وہ پاک ہوں تو ان کے پاس اس جگہ سے آؤ جہاں اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

'' و فی بضع احدکم صدقۃ''۴

اور تمہاری شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

۱ یعنی اپنی بیوی کو مت مارو اور اس کے ماں باپ، بھائی بہن اور دیگر اعزہ وا قارب کو برا بھلا مت کہو اور نہ کوئی ناگوار بات کہو یعنی برے الفاظ اس کے سامنے نہ کہو، جیسے خدا تجھے بگاڑ کر رکھ دے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورت کی شخصیت کا احترام کرو اس کا احترام واکرام بحال رکھو کیونکہ عورت کا احترام بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لئے برے الفاظ اس کے سامنے کہہ کر اس کی اہانت یا تذلیل نہیں کرنی چاہئے۔ ہمارے محمد عربی ﷺ کی ذات مقدسہ ازواج مطہرات کے حق میں بے حد نیک اور مثالی تھی آپ ﷺ موقع موقع سے ان کی رائیں سنتے تھے کبھی ان کی بعض باتوں کو برداشت بھی کر جاتے تھے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ عورت کی اہانت پر انجام کار بڑا بھیانک ہوتا ہے۔

۲ ابوداؤد کتاب النکاح باب حق المرأۃ علی زوجہا: ۲/۲۱۴۵

۳ البقرۃ: ۲۲۲

۴ مسلم کتاب الزکاۃ باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف: ۴/۹۸-۹۹ حدیث: ۱۰۰۰۶

'' و حصنوا فروج ھذہ النساء ''۱

اور ان عورتوں کی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۲

''یجب علی الرجل ان یطاء زوجتہ بالمعروف وھو من اوکد حقھا علیہ اعظم من اطعامھا ''

مرد پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقہ سے اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے یہ بیوی کا بہت ہی موکد حق ہے نان ونفقہ سے بھی عظیم تر۔

☆ بیوی کا حق یہ ہے کہ خاوند اور اس کی سوکن کے درمیان عدل کرے نان ونفقہ رہائش اور شب باشی وغیرہ تمام امور میں جن میں عدل ممکن ہو عدل کرے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من کانت عندہ امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ و شقہ ساقط ''۳

ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کے دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ برتاؤ نہیں کیا تو ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا آدھا حصہ جسم گر گیا ہے۔

یعنی جس بیوی کے حقوق ادا نہیں کیئے وہ اس کے جسم کا حصہ تھی اپنے جسم کے آدھے حصے کو اس نے دنیا میں کاٹ کر پھینک دیا تھا تو بروز قیامت وہ اپنے پورے جسم کے ساتھ کیسے آئے گا۔

---

۱ مسند احمد (۱۰۴): ۱/۱۷

۲ فتاوی ابن تیمیہ: ۱/۵۹

۳ ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی التسویۃ بین الضرائر: ۱/۱۳۶، ابوداؤد (۲۱۳۳) کتاب النکاح باب القسمۃ بین النساء: ۲/۲۴۲، ابن ماجہ (۱۹۶۹) کتاب النکاح باب القسمۃ بین النساء: ۱/۵۳۳، نسائی: ۷/۶۳ کتاب عشرۃ النساء باب میل الرجل الی بعض نساءہ دون بعض۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ بحوالہ جامع الاصول: ۱۱/۵۱۳

نبی ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان باری کی تقسیم میں عدل فرماتے اور دعا فرماتے:

"اللھم ھذا قسمی فیما املك فلا تلمنی فیما تملك و لا أملك"

اے اللہ! یہ میری تقسیم ان امور میں ہے جو میرے اختیار میں ہیں اور جن میں تیرا اختیار ہے میرا نہیں اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔

اور اگر خاوند شب باشی میں کسی بیوی کو کسی بیوی پر رضامندی سے فضیلت دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں رسول اللہ ﷺ باری کی تقسیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں دو دن رکھتے تھے ایک خود ان کے حصہ کا اور ایک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ہبہ کر دیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ مرض الموت میں بار بار پوچھتے تھے "این انا غداً این انا غداً" کل میں کہاں رہوں گا کل میں کہاں رہوں گا تو آپ ﷺ کے ازواج مطہرات نے آپ کو اس بات کی اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں چنانچہ آپ ﷺ کا قیام حضرت عائشہؓ کے گھر میں رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

خاوند کے حقوق: -عورتوں پر معروف طریقہ کے مطابق خاوند کی اطاعت لازم ہے الا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں یا ایسا حکم دیں جو عورت کی طاقت سے باہر ہے اس کے لئے مشقت کا باعث ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ اَطَعنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً﴾[1]

اگر وہ تمہاری فرماں برداری کرتی ہیں تو پھر ان پر کوئی راستہ نہ تلاش کرو۔

عورت خاوند کی نافرمان ہو جائے اور اسکے حقوق ادا نہ کرے تو اسے سمجھائے اگر اطاعت میں آجائے تو بہتر ورنہ اپنی پسند کی مدت تک خاوند الگ بستر کرلے اور ترک کلام تین دن سے زیادہ نہ کرے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[1] النسآء: ۳۴

"لا یحل المومن ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال"[1]

کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ تین رات سے زیادہ کلام کرنا ترک کردے۔

اسی طرح اگر وہ طاعت قبول کرلے تو بہتر ورنہ معمولی انداز سے مارے اور چہرے پر مارنے سے احتراز کرے اس کے بعد اطاعت قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ دو حکم (فیصلہ کرنے والے) ایک مرد کے کنبہ سے اور ایک عورت کے کنبہ سے مقرر کریں وہ الگ الگ ان سے مل کر اصلاح حال اور ان میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں اگر ان کی کوشش اس کے باوجود بار آور نہیں ہوتی تو ان کے مابین 'طلاق بائن' کے ذریعہ تفریق کرادیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْراً وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَماً مِنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَماً مِّنَ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلاَحاً يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْراً﴾[2]

اور جو عورتیں نافرمانی کریں ان کو سمجھاؤ اور شب باشی میں ان کو علیحدہ کردو اور ان کو مارو پھر اگر تمہاری فرماں برداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو یقیناً سب سے بلند اور بڑا ہے اور اگر دونوں میں سخت مخالفت پاؤ تو ایک منصف مرد کے کنبہ سے اور ایک عورت کے کنبہ سے مقرر کرو اگر دونوں صلح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو صلح کی توفیق دے گا یقیناً اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] صحیح بخاری کتاب الأدب باب الھجرۃ: ۱۰/۴۹۱-۴۹۲ رقم الحدیث: ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب البر والصلۃ باب تحریم الھجرۃ فوق ثلاثۃ أیام: ۱۶/۹۱ رقم الحدیث: ۲۵-۲۵۶۰

[2] النسآء: ۳۴-۳۵

﴿فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾[1]

نیک عورتیں خاوندوں کی تابعدار ہیں غیب کی حفاظت کرنے والی ہیں کہ اللہ نے ان کے حقوق محفوظ رکھے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" والمرأة راعية على بيت زوجها وولده "[2]

عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے۔

خاوند گھر میں رہے تو بیوی اس کی اجازت و مرضی کے بغیر باہر نہ نکلے اپنی نظر نیچی رکھے اونچی آواز سے کلام نہ کرے برائی سے اپنے ہاتھ کو روکے اور زبان کو فحش کلامی سے بچائے رشتہ داروں کے ساتھ احسان میں وہی معاملہ اختیار کرے جو اس کا خاوند اختیار کئے ہوئے ہے اس لئے کہ جو عورت خاوند کے والدین اور قرابت داروں کے ساتھ اچھی نہیں ہے وہ خاوند کے لئے اچھی کہاں ہوئی؟

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الأوْلٰی﴾[3]

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرنا

نیز فرمایا:

﴿فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾[4]

اور بات میں نرمی نہ کرنا پس جس کے دل میں بیماری ہے وہ طمع کرے گا۔

نیز فرمایا:

---

[1] النسآء:۳۴

[2] صحیح بخاری کتاب الأحکام باب قول اللہ تعالی أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول:۱۳/۱۱۹ رقم الحدیث: ۷۱۳۸، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الامارة باب فضیلة الأمیر العادل:۱۲/۵۲۹ حدیث:۲۰۔۱۸۲۹

[3] الاحزاب:۳۳

[4] الاحزاب:۳۲۔۳۳

﴿لاَ یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾[1]

اللہ تعالی بری بات اونچی کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

نیز فرمایا:

﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلاَ یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾[2]

اور مومنہ عورتوں سے کہئے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں الا یہ کہ جو از خود ظاہر ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لا تمنعوا اماء الله مساجد الله اذا استاذنت امرأة احدكم الى المسجد فلا يمنعها "[3]

اللہ کی بندیوں کو مساجد سے نہ روکو اگر کسی کی عورت اس سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو منع نہ کرے۔

نیز فرمایا:

"أئذنوا للنسآء بالليل الى المساجد "[4]

عورتوں کو رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت دیدو۔

بیوی کا خاوند پر حق یہ ہے کہ بیوی ہر مباح اور حلال کام میں اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اپنی طرف سے کوئی بھی ایسی حرکت نہ کرے جو خاوند کو برا لگے اور غصہ آئے اور اس کی راز کی چیزوں اور اس کی جائداد کی حفاظت کرے آپ کا ارشاد ہے:

"التى تسره اذا نظر و تطيعه اذا امر ولا تخالفه فى نفسها ومالها "[5]

---

[1] النسآء:۱۴۸

[2] النور:۳۰

[3] فتح الباری:۹/۳۳۷

[4] صحیح بخاری باب خروج النسآء الی المساجد باللیل والغلس

[5] مسند احمد:۲/۲۵۱ نسائی کتاب النکاح باب ای النساء خیرٌ:۶/۶۸

نبی ﷺ سے پوچھا گیا کون سی بیوی بہترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ بیوی بہترین بیوی ہے جس کو اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے جب کوئی حکم دے تو مان لے اور اپنے ناموس اور اس کے مال (کی حفاظت کرے اور ان میں) اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ما استفاد المومن بعد تقوی الله خیراً لهٗ من زوجة صالحة ان امرها اطاعته و ان نظر الیها سرته و ان اقسم علیها ابرته و ان غاب عنها نصحته فی نفسها و ماله“[1]

اللہ کے تقوی کے بعد ایک مومن جن چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے ان میں صالح بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے ایسی بیوی کہ اسے حکم دے تو اطاعت کرے دیکھے تو مسرت سے بھر دے کوئی بات قسم دے کر کہے تو اسے پوری کرے اور اس کی غیر موجودگی میں اپنے نفس اور اس کے مال میں خیر خواہی کا رویہ اختیار کرے۔

نیز فرمایا:

”و اذا دعا الرجل امرأته الی فراشه فلم تاته فبات غضبان علیها لعنتها الملائکة حتی تصبح“[2]

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ہم بستری کے لئے بلائے اور وہ نہ آئے اور اس وجہ سے خاوند رات بھر اس پر خفا رہے تو ایسی عورت پر فرشتے صبح تک لعنت بھیجتے ہیں۔

ایک اور موقع پر محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ابن ماجہ کتاب النکاح باب افضل النساء:۱/۵۹۶ حدیث:۱۸۵

[2] صحیح بخاری کتاب النکاح باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها:۹/۲۰۵ حدیث:۵۱۹۳۔ مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعها من فراش زوجها:۵/۲۶۱ حدیث:۱۴۳۶۔ ابوداؤد کتاب النکاح باب فی حق الزوج علی المرأة:۲/۲۴۴ حدیث:۲۱۴۲۔ مسند احمد:۲/۴۳۹، ۴۸۰

”اذا دعا الرجل زوجته لحاجته فلتاته و ان کانت علی التنور“[1]

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ہم بستری کے لئے بلائے تو اسے فوراً آ جانا چاہئے خواہ وہ کھانے پکانے ہی میں کیوں نہ مصروف ہو۔

خاوند کا حق یہ ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی وجہ سے خاوند کے اس سے مکمل لطف اندوزی کا حق تلف اور ضائع ہو رہا ہو خواہ نفلی عبادت ہی کیوں نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”لا یحل لامرأته ان تصوم و زوجها شاهدالا باذنه ولا تاذن فی بیت الا باذنه“[2]

کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے درآں کہ اس کا خاوند موجود ہو اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”ایما امراة ماتت وزوجها راض دخلت الجنة“[3]

جس عورت کی وفات ہوئی اور اس کا خاوند اس سے راضی رہا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

۞ بیوی کا فرض ہے کہ خاوند کے جملہ کام اپنے ذمہ لے کر پورا کرے یعنی اگر خاوند گھر سے باہر کسب حلال اور نان و نفقہ کی تیاری میں لگا رہے تو عورت کا بھی فرض ہے کہ گھر کے جملہ کاموں کو پورا کرے۔

---

[1] ترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة۔ مسند احمد:۴/۲۳

[2] صحیح بخاری کتاب النکاح باب لا تاذن المرأة فی بیت زوجها لاحد الا باذنه:۹/۲۰۶ حدیث: ۹۱۹۵

[3] ابن ماجہ کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأة:۱/۵۹۵ حدیث:۱۸۵۴

۞ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی اپنے گھر میں نہ آنے دے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس ایک طرح سے مقید ہیں تم کو ان پر کسی طرح کی قدرت حاصل نہیں ہاں اگر وہ بے حیائی کریں تو ان کو بستروں سے الگ کردو اور ان کو ایسی مار مارنا جو ظاہر نہ ہو اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو ان پر زیادتی نہ کرنا تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ کسی ناپسندیدہ آدمی کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں اور انکا حق تم پر یہ ہے کہ انکو پہنانے اور کھلانے میں ان کے ساتھ خوب احسان کرو'' [1]

اسلام نے خاوند کی اطاعت کو دینی فرائض کے برابر قرار دیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ایّما امرأة صلت خمسها وصامت شهرها و احصنت فرجها واطاعت بعلها ادخلی الجنة من ای ابواب الجنة شاءت'' [2]

عورت جب پنج وقتہ نماز پڑھے رمضان کے روزے رکھے اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

۞ بیوی کبھی خاوند کی ناشکری نہ کرے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ہمارے پاس سے حضور ﷺ گذرے، آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچنا پھر فرمایا تم عورتوں میں کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر لمبے عرصہ تک بیٹھی رہتی ہے پھر اللہ تعالی اسے خاوند دے دیتا ہے اور اس سے اولاد دیتا ہے پھر وہ کسی بات پر غصہ ہو جاتی ہے اور خاوند سے کہتی ہے مجھ کو تجھ سے کبھی آرام نہیں

[1] ابن ماجہ: ۵۹۴/۱

[2] مسند احمد: ۹۱/۱ ۔ مشکوۃ المصابیح: ۹۷/۲ حدیث: ۳۲۵۴

ملا تو نے میرے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا'' [1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لو كنت امراً احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها'' [2]

اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کا سجدہ کرے۔

مذکورہ روایتوں سے بیوی کے اوپر شوہر کے عظیم حق کا علم ہوتا ہے اور اس فریضہ کی عورت کو تاکید کی گئی کہ وہ اپنے شوہر کی خوشنودی کی جستجو کرے۔

لمبے عرصے تک بیوی سے جدائی کی ممانعت: - حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ کے کوچوں میں گشت کر رہے تھے ایک عورت پر آپ کا گزر ہوا جو اپنے گھر میں یہ اشعار پڑھ رہی تھی

تطاول هذا الليل وازورّ جانبهٔ وارّقنی ان لاّ ضجيج الاعبهٔ

رات پھیلتی چلی گئی اور اس کا سرا دراز ہوا مجھے اس چیز نے رقت میں مبتلا کر دیا کہ یہاں کوئی شور و ہنگامہ نہیں جس سے میں دل ہی بہلا سکوں۔

الاعبه طوراً وطوراً كانّما بدأقمراً فی ظلمة الليل حاجبهٔ

لمحہ لمحہ میں اس سے کھیلوں جیسے رات کے اندھیرے میں بادل کے افق سے چاند نکل کر آنکھ مچولی کرتا ہے۔

يسر به من كان يلهوا بقربه لطيف الحشاء لا يحتريحه اقاربه

اس سے نزدیک رہ کر جو اس سے کھیلتا ہے اسے خوشی ہوتی ہے نرم و نازک پسلیوں والا اس کے خویش و اقارب جمع نہیں ہوتے۔

فوالله لولا الله لا شی غيره لحرك من هذا السرير جوانبه

[1] الادب المفرد للبخاری

[2] ترمذی قال حدیث حسن صحیح

خدا کی قسم اگر خدا کا خوف نہ ہوتا اس کے علاوہ کچھ نہیں تو اس چارپائی کے پائے کبھی کے ہل چکے ہوتے۔

ولکنی اخشی رقیبا موکلاً بانفسنا لا یفتر الدھر کاتبہٗ

لیکن میں ایک نگراں کار سے ڈرتی ہوں جو ہمارے اوپر مسلط ہے کبھی کسی وقت اس کا قلم سست نہیں پڑتا۔

مخافۃ ربّی والحیاء یصدنی واکرام بعلی ان تنال مراتبہٗ

نیز پروردگار کا خوف ہے شرم وحیاء سد راہ بنی ہوئی ہے شوہر کی عزت کا پاس ولحاظ ہے کہ اس کے مقام تک نہیں پہونچا جا سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں معلومات چاہی لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے عرصہ ہوا اس کا شوہر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گیا ہے اور اب تک نہیں آیا آپ نے اس کے شوہر کو لکھا اور بلوا بھیجا۔[۱]

پھر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بیٹی! شوہر کے بغیر عورت کتنے دنوں صبر کر سکتی ہے انہوں نے کہا سبحان اللہ (حیرت ہے) آپ جیسا (باپ) مجھ جیسی (بیٹی) سے یہ سوال کرتا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر عام مسلمانوں کی مصلحت اور مفاد کا مجھے یہ خیال نہ ہوتا تو میں تم سے یہ سوال ہرگز نہیں کرتا انہوں نے کہا پانچ چھ ماہ تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لئے جہاد کی مدت میں چھ ماہ کی رخصت مقرر فرمائی ایک ماہ ان کی آمد میں صرف ہوتا چار ماہ اقامت میں پھر ایک ماہ دوبارہ روانگی میں صرف ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہمارے ان بھائیوں کو دعوت فکر دیتا ہے جو ملک و بیرون ملک میں عرصہ دراز تک اپنے اہل وعیال کو خیر آباد کئے رہتے ہیں۔

---

[۱] امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے موطا میں حضرت عبداللہ بن دینار سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

غیر مسلموں کے حقوق

جب پورا جزیرۂ عرب ظلم وتشدد کی آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا تہذیب وتمدن کی کھیتیاں خاکستر ہوچکی تھیں اخلاقی ومعاشرتی آداب کے سوتے خشک ہوچکے تھے انسانیت آخری سسکیاں لے رہی تھی ایسے نازک وپُرآشوب حال میں اللہ تعالی نے اپنے آخری نبی محمد عربی ﷺ کو امن وشانتی کا پیغامبر بنا کر بھیجا جس نے اہل عرب کو روح افزا تہذیب وتمدن عطا کیا وہاں کے باشندوں کو اخلاقی وانسانی آداب سکھائے وہاں کے معاشرہ کو امن وسلامتی کا خوشگوار پیغام دیا دیکھتے ہی دیکھتے پورا خطہ عرب امن وسلامتی کا گھوارہ بن گیا۔

ہندو یہ تصور رکھتے تھے کہ اللہ تعالی نے برہمن کو دماغ سے راجپوت کو بازو سے ویش کو پیٹ سے اور شودر کو پاؤں سے پیدا کیا ہے یہ تمام اعضاء باہم مختلف ہیں اس بنا پر مساوات کا ہندؤوں کے پاس کوئی تصور نہیں ہے سارا سماجی نظم نسلی امتیاز پر قائم ہے تعجب ہے کہ ہٹلر نے جو عالمی جنگ لڑی اور ۵۳ ملین انسانوں کو قتل کیا اسکا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ آریہ قوم دوسری قوموں سے افضل ہے زندہ رہنے کا حق صرف آریوں کو ہے دوسری نسلوں کو زندہ رہنے کا حق حاصل نہیں، اس بنا پر مساوی نسل والوں کو ہٹلر نے گیس چیمبرس میں رکھ کر فنا کردیا رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو حضرت آدم کی اولاد قرار دیا اور قرآن مجید نے اعلان کردیا کہ ﴿لَا اِکْـرَاہَ فِـی الـدِّیْنِ﴾ دین میں زبردستی نہیں ہے پھر فرمایا:

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ﴾

اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وعزت والا وہ ہے جو تم

میں متقی ہو۔

اسلام نے غیر مسلموں کو حقوق عطا کئے وہ اسلامی ریاست میں رہ کر اپنے تمام مذہبی وسماجی حقوق محفوظ رکھتے تھے ان کی جان اوران کا مال محفوظ تھا یہی وجہ ہے کہ ہندوستان پر آٹھ سو برس حکومت کرنے کے بعد بھی اکثریت ہندو باقی رہ گئی اس طرح ترکوں کے مشرقی یورپ پر پانچ سو برس حکومت کرنے کے بعد بھی اکثریت عیسائی باقی رہ گئی مگر عیسائیوں نے سسلی اور اندلس میں سارے عرب مسلمانوں کو مذہب کی بنیاد پر قتل کرڈالا اور ایک مسلمان کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جو مسلمان زبردستی عیسائی بنا لئے گئے ان کو اندلس سے ہجرت کی اجازت سلطان ترکی کی دھمکی سے دی گئی سلطان ترکی نے دھمکی دی کہ اگر مسلمانوں کو اندلس سے باہر ہجرت کرنے کی اجازت نہ دی گئی تو سارے عیسائی جو میری مملکت پر بستے ہیں ان کو قتل کرادوں گا۔

الغرض آج بھی خالص اسلامی ملکوں میں غیر مسلم آباد ہیں اوران کو مکمل انسانی حقوق حاصل ہیں مصر میں تو ۷۰ فیصدی قبطی آباد ہیں حتی کہ عیسائی اور یہودی مصر شام عراق ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک میں عزت کی زندگی بسر کررہے ہیں غیر مسلموں کے ساتھ اسلام نے پورا انصاف کیا اسلام نے سماجی انصاف کیا ہے اور عدل اجتماعی کو جنم دیا ہے ذات پات اور چھوت چھات جو ہندوستان میں اب بھی موجود ہے اسلام نے اس سے انسان کو نجات دیا ہے نسل ونسب کی برتری کو بالکل لغو قرار دیا ہے جس پر نازی یہود اور ہنود آج بھی عامل ہیں اسلام نے انسانوں کو اور تمام طبقات کو اعلیٰ حقوق عطا کئے ہیں اور مساوات واخوت کا درس دیا ہے۔[1]

اسلام کی عدالت میں نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلم یہودی ہے نہ عیسائی اور نہ عرب و

[1] مجلّہ الازہر جنوری ۱۹۶۰ء شمارہ ۷ جلد ۳۱، احمد حسن زیات ص: ۱۹۵

عجم سب کے لئے یکساں ضابطہ وقانون ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ﴾ ۱

اے نبی! جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔

حکم خداوندی تمام انسانیت کے لئے یکساں ہے کوئی شخص کتنا ہی نیک پارسا متقی اور دیندار کیوں نہ ہو لیکن اگر مخلوق خدا کے ساتھ اس کے تعلقات استوار نہیں ایسا شخص رب کی بارگاہ میں کبھی سرخرو نہیں ہوسکتا اس کی ظاہری پرہیزگاری و دیانتداری اس کے کچھ کام نہیں آسکتی۔

مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس طور پر پابند کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد اور ظلم وزیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا زمین پر فساد پھیلانے والوں پر اللہ لعنت بھیجتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے مخلوق میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اس کے بندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہے رسول خدا کی پوری حیات مبارکہ اس بات کی گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا کسی کی بےعزتی و بےحرمتی نہیں کی گالیاں دینے والوں کو دعائے خیر دی اور ظلم وزیادتی کرنے والے کو سینے سے لگایا آپ ﷺ نے فرمایا:

''مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے جس سے لوگ اپنی جان ومال عزت وآبرو محفوظ سمجھے''۔

جو مذہب انسان تو انسان کیڑے مکوڑوں کو مارنا عظیم گناہ قرار دیتا ہے جس مذہب میں عدم تشدد کا مقام اہم ہو جو مذہب سارے انسانوں کو ایک ہی آدم کی اولاد کی تعلیم دیتا ہو جس مذہب میں انسانیت کی خدمت و بھلائی کا حکم ہو جس مذہب میں دوسرے مذہب کی عزت واحترام کی تاکید ہو حتی کہ دشمنوں کی عزت و مال کو حفاظت

۱ النساء:۵۸

ایمان کا حصہ بتایا گیا ہو جس مذہب اسلام کی تعلیم یہ ہو کہ:

''ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء'' ۱

زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر   خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر
خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر   نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

مذہب اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے بغل میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے۔ ۲

مذہب اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کس قدر حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور ان کے جان ومال عزت وآبرو کا کتنا خیال کیا ہے مگر اس کے باوجود تعصب تنگ نظری اور اسلام دشمنی کا یہ حال ہے کہ اسلام پر آتنک واد اور دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے حالانکہ مذہب اسلام میں بلی کے مارنے پر جہنم اور کتے کو پانی پلانے پر جنت کی بشارت دی گئی ہو اس پر اس طرح کا الزام کتنا بےبنیاد اور لغو ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کوئی لشکر یا سریہ بھیجتے تو فوج کمانڈر کو اللہ سے ڈرنے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتے اللہ کے نام سے اس کی راہ میں جہاد کرو خیانت بدعہدی نہ کرو ناک کان نہ کاٹو کسی بچے کو قتل نہ کرو نیز عورتوں جانوروں کے ہلاک کرنے کھیتی باڑی تک جلانے اور درخت کاٹنے سے منع کرتے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے جب اسلامی لشکر شام کی طرف روانہ کیا تو لشکر

۱ سنن ترمذی کتاب البرّ والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ للناس رقم الحدیث:۱۹۲۴ بحوالۂ صحیح الجامع رقم الحدیث:۳۵۲۲
۲ شعب الایمان للبیہقی

کے سپہ سالار کو مختلف ہدایات دیں جس کا ایک ایک لفظ اسلام کی امن پسندی انسان دوستی واحترام انسانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ ؐ نے فرمایا:

''خبردار! عورتیں، بوڑھے، بچے قتل نہ کئے جائیں ان کی عبادت گاہیں مسمار نہ کی جائیں پھل دار درخت نہ کاٹے جائیں مُثلہ نہ کیا جائے، آبادیاں ویران نہ کی جائیں، بدعہدی نہ کی جائیں، جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے جو لوگ اطاعت کرلیں ان کے جان و مال سے تعرض نہ کیا جائے''۔

مذہب اسلام نے ذمی کے قتل اور اس کی ایذارسانی پر سخت تہدید فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من قتل معاهداً لم يرح رائحة الجنة و ان ريحها يوجد من مسيرة اربعين يوما''۱

جس نے کسی معاہد (وہ کافر جس سے عدم قتل وقتال کا معاہدہ ہو) کو قتل کردیا اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوسکے گی حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے:

''من قتل رجلا من اهل الذمة لم يجد ريح الجنة''۲

جو کسی ذمی کو قتل کردے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔

اسلام نے غیر مسلموں کو تحفے تحائف دینے کی اجازت دی ہے اور ان کے تحفے قبول بھی کرنا چاہئے اگر وہ یہودی یا نصرانی اہل کتاب ہے تو اس کا کھانا بھی کھاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾

اور کتاب والوں کا طعام (کھانا) تمہارے لئے حلال ہے۔

۱ بخاری: ۲/۲۹۴_۴/۳۲۶، نسائی: ۲/۲۴۲، ابن ماجہ (۲۶۸۶) احمد: ۲/۱۸۶، حاکم: ۲/ ۱۲۶_۱۲۷

۲ نسائی: ۲/۲۴۲

اور رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے یہود کی کھانے کی دعوت قبول فرمائی اور ان کا پیش کردہ کھانا قبول فرمایا۔

مومنہ عورت کا کفار سے نکاح نہیں ہوسکتا البتہ کتابیہ عورت کا مسلمان مرد سے نکاح ہوسکتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورت کو علیٰ الاطلاق کفار کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾

مشرک مردوں سے مومنہ عورتوں کا نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

کافر کو سلام کی ابتداء نہ کرے اگر وہ سلام کہتا ہے تو جواب میں بھی صرف وعلیکم کہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

''اذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم''۱

یہودی یا نصرانی تمہیں سلام کہیں تو جواب میں ''وعلیکم'' کہو یعنی تمہارے لئے بھی دعا جو تم ہمارے لئے کہہ رہے ہو۔

غیر مسلم کے ساتھ عام آداب زندگی میں مشابہت نہیں کرنی چاہئے داڑھی منڈانا غیر مسلم کا وطیرہ ہے مسلمان داڑھی بڑھاتا ہے کافر اسے رنگتا نہیں ہے، مسلمان کو چاہئے کہ داڑھی کے بال رنگے، لباس پگڑی، ٹوپی وغیرہ میں بھی غیر مسلم کے ساتھ تشابہ نہ کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من تشبه بقوم فهو منهم''۲

جو کسی قوم کی ساتھ مشابہت کرتا ہے وہ اسی میں سے ہے۔

۱ صحیح مسلم: ۱۴/۱۴۷، ۱۴۸

۲ سنن ابی داؤد مسند احمد بن حنبل مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۱۲۴۶ رقم الحدیث: ۴۳۴۷

نیز فرمایا:

”خالفوا المشرکین واعفو اللّحیٰ و قصّوا الشّارب“[1]

مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور مونچھیں خوب کتراؤ۔

نیز فرمایا:

”عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال ان الیھود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم“[2]

یہود و نصاریٰ بال نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو۔

اس سے داڑھی یا سر کے بال زرد یا سرخ رنگ سے رنگنا مراد ہے اس لئے کہ سیاہ رنگ سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے:

”حین جاء ابو بکر صدیق بأبیہ أبی قحافۃ یوم فتح مکۃ یحملہ حتی وضعہ بین یدی رسول اللہ ﷺ و رأی رأسہ کانھا الثغامۃ بیاضاً قال: غیّروا ھذا و جنّبوہ السَّوادَ“[3]

جس وقت حضرت ابو بکرؓ اپنے والد حضرت قحافہؓ کو فتح مکہ کے روز اٹھا کر لائے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے ان کے سر کو دیکھ کر کہا کہ وہ ثغامہ پھول کی طرح سفید ہے فرمایا اسے بدل دو (یعنی خضاب لگا دو) اور سیاہ خضاب سے اجتناب کرو۔

علامہ محمد صالح العثیمین حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:[4]

غیر مسلم کا اطلاق ہر طرح کافر پر ہوتا ہے کافروں کی چار قسمیں ہیں

۱-حربی ۲-مستامن ۳-معاہد ۴-ذمّی

---

[1] صحیح بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار: ۱۱/۵۴۰-۵۴۱ حدیث: ۵۸۹۲، صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ: ۳/۴۹۳ حدیث: ۵۲، ۵۳، ۵۴، (۲۵۹)

[2] صحیح بخاری کتاب اللباس باب الخضاب: ۱۱/۵۴۷ حدیث: ۵۸۹۹

[3] صحیح مسلم مع المنہاج کتاب اللباس والزینۃ باب استحباب خضاب الشیب: ۱۴/۲۶۶ حدیث: ۷۹ (۲۱۰۲)

[4] فطری اور شرعی حقوق ص: ۵۱

حربیوں کی حفاظت و نگرانی کا مسلمانوں پر کوئی حق نہیں البتہ مستامن کو چونکہ مسلمان امن و پناہ دے چکے ہوتے ہیں اس لئے ان پر یہ حق عائد ہوتا ہے کہ مقررہ وقت اور جگہ میں ان کی حفاظت کریں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾[1]

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کی بات سننے لگے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔

رہے معاہدین تو ان کے عہد کی پاسداری ہمارے اوپر اس مدت تک ضروری ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان طے پائی ہے جب تک وہ عہد پر قائم رہیں اس میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں ہمارے خلاف کسی کی مدد نہ کریں اور ہمارے دین میں طعن نہ کریں ہم بھی عہد کے پابند ہوں گے۔ ارشاد باری ہے:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾[2]

سوائے ان مشرکین کے جن سے تم نے عہد کیا اور انہوں نے کوئی کوتاہی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہوا سے پورا کرو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ﴾[3]

اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو ان کے قسموں کا کوئی

---

[1] التوبۃ: ۶

[2] التوبۃ: ۴

[3] التوبۃ: ۱۲

اعتبار نہیں۔

رہے ذمی تو ان کے حقوق ان چاروں اصناف میں سے سب سے زیادہ ہیں اسی طرح ان کے فرائض بھی دوسروں سے زیادہ ہیں چونکہ وہ اسلامی سلطنت میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے بستے ہیں لہذا مسلمانوں کے حاکم پر لازم ہے کہ وہ ان کی جان و مال اور عزت وآبرو کے سلسلہ میں ان احکام وقوانین کے مطابق فیصلہ کرے جو اسلام نے ان کے متعلق وضع کئے ہیں جن چیزوں کے حرام ہونے کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں ان کے ارتکاب پر وہ حد قائم کرے ان کی حفاظت کرے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہونچائے اسی طرح ذمیوں پر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنا لباس مسلمانوں سے علیحدہ رکھیں نیز ایسی چیزوں کا جنہیں اسلام ناپسند کرتا ہے یا اپنے دینی شعائر مثلاً ناقوس اور صلیب وغیرہ کا برسرعام اظہار نہ کریں۔

یتیموں کے حقوق

یتیم کون؟ :- وہ بچہ جو شعور کی آنکھ کھولنے سے پہلے ہی باپ کی شفقت سے محروم ہو جائے پوری سوسائٹی کی شفقت ومحبت کا مستحق ہے یتیم سے مراد وہ نابالغ بچے ہیں جن کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا ہو یتیم اپنا ہو یا غیر کا سب کی کفالت یکساں ثواب کی مستحق ہے جیسے کوئی دادا اپنے یتیم پوتے کی کوئی چچا اپنے بھتیجے کی یا کوئی بھائی اپنے یتیم بھائی کی یا اسی طرح کوئی اور رشتہ دار اپنے کسی قریبی یتیم کی کفالت کرے یا باپ فوت ہو جائے تو ماں یا ماں فوت ہو جائے تو باپ کفالت کرے یا کوئی بھی رشتہ داری نہ ہو لیکن یتیم بچے کی محض اللہ کی رضا کے لئے کفالت کرے دونوں صورت میں کفیل مذکورہ فضیلت کا مستحق ہوگا کفالت کا مطلب ہے کہ ان کی نگرانی کرنا ان کی ضروریات زندگی فراہم کرنا اور پیار وشفقت سے ان کو پالنا اگر وہ صاحب جائداد ہیں تو بغیر کسی حرص وطمع کے ان کی جائداد کی بھی حفاظت کرنا تا کہ وہ ضائع نہ ہو اور اگر ممکن ہو تو اسے کاروبار میں لگا دے ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا جیسے انسان اپنی اولاد کے لئے کرتا ہے سن شعور کے پہونچنے کے بعد ان کی جائداد ان کو واپس کر دے یتیم لڑکیوں کی حفاظت ونگرانی کرے اور جب وہ شادی کی عمر کو پہونچیں تو مناسب جگہ ان کی شادی کرے اور اپنی اولاد کی طرح ان کی فلاح وبہبود کا خیال رکھے:

”کن للیتیم کالاب الرحیم“[1]
یتیم کے لئے مہربان باپ کی طرح بنو۔

---

[1] الادب المفرد باب کن للیتیم کالاب الرحیم

اسلام نے یتیموں کی دلجوئی اور خدمت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہر مسلمان پر فرض کیا ہے ہمارے رسول محمد عربی ﷺ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو چکے تھے چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ بھی وفات پا گئیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول ﷺ یتیموں سے محبت رکھتے تھے اور ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے۔

سب سے اچھا گھر: - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن الیه و شرّہ بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یساء الیه ''[۱]

مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم بچے کے ساتھ بھلائی کی جارہی ہو اور سب سے خراب گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم بچے کے ساتھ برائی کی جارہی ہو۔

آپ ﷺ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ جن کی حالت یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئی تھیں اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر نیل کے داغ پڑ گئے تھے انہوں نے ایک دن آپ ﷺ سے ایک خادمہ کے لئے عرض کیا آپ نے جواب دیا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا غزوہ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں ایک روایت میں ہے کہ اے فاطمہ صفہ کے غریبوں کا اب تک کوئی انتظام نہیں ہوا ہے تو تمہاری درخواست کیسے قبول کروں۔

قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر یتیموں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا حکم دیا گیا ارشاد ربانی ہے:

---

[۱] ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الیتیم :۲/۱۲۱۳ رقم الحدیث:۳۶۷۹ مشکوۃ المصابیح:۳/۱۳۸۸ رقم الحدیث:۴۹۷۳

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾[۱] یتیم پر سختی نہ کرو۔

یتیم کے ساتھ ناروا سلوک کو کافروں کی علامت قرار دیا گیا۔

﴿اَرَاءَيْتَ الَّذِیْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِیْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ﴾[۲]

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو آخرت کی جزاء وسزاء کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

جو لوگ یتیم کی عزت اور خدمت نہیں کرتے ان کے اوپر عذاب نازل ہوتا ہے اور ان کی روزی تنگ ہو جاتی ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾[۳]

اور جب وہ اس کو آزماتا ہے اسکی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

جنت میں نبی کا ساتھی: - رسول اللہ ﷺ نے یتیم کی خدمت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی خوشخبری دی ہے۔

''انا و کافل الیتیم فی الجنة هذا اشار بالسّبابة والوسطیٰ وفرّج بینهما''[۴]

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اسطرح ہوں گے پھر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اشارہ کر کے بتلایا۔

---

[۱] الضحیٰ:۹

[۲] الماعون:۲

[۳] الفجر:۱۶۔۱۷

[۴] صحیح بخاری باب فضل من یعول یتیماً رقم الحدیث:۵۳۰۴، بخاری:۳/۴۷۳۔۴/۱۱۶، ابوداؤد ۵۱۵۰، ترمذی:۱/۳۴۹، احمد:۵/۳۳۳

جنت میں ہوں گے کا مطلب جنت میں اسطرح ہوں گے جیسے سبّابہ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ساتھ ساتھ ہیں یعنی قُرب ومنزلت میں دونوں کے درمیان اتنا فرق ہوگا جتنا دوانگلیوں کے درمیان ہے اور بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ کا قُرب حاصل ہوگا یعنی دوسرے لوگوں کے درمیان یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں نبی ﷺ کی رفاقت میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں سے ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عن خویلد بن عمرو قال رسول الله ﷺ اللهم انی احرج حقّ الضعیفین الیتیم والمرأة“[۱]

اے اللہ! میں ان دونوں کمزوروں یتیموں اورعورتوں کے حق کومحترم قرار دیتا ہوں۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی سنگ دلی کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا:

”ان رجلا شكا الى رسول الله قسوة قلبة فقال امسح رأس اليتيم واطعم المساكين “[۲]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرو اس سے تمہارے دل کی سختی ختم ہوجائے گی۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”من وضع يده على رأس يتيم رحمة كتب الله له بكل شعرة مرت على يده حسنة “(احمد وابن حبان)

جس نے کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اس کا ہاتھ جتنے بالوں پر

---

[۱] ابن ماجہ کتاب الادب باب حقّ الیتیم رقم الحدیث: ۳۶۷۸

[۲] مسند احمد: ۲۵۰/۵

سے گذرا اتنی تعداد میں اللہ تعالی اسے نیکیاں عطا فرمائے گا۔

ایک اور روایت میں ہے:

”من قبض يتيما بين المسلمين الى طعامه و شرابه حتى يغنيه الله أوجب الله تعالى له الجنة البتة الا ان يعمل ذنبا لن يغفر له“(ترمذی)

جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم بچے کو لے کر اس کے خورد ونوش کا اس وقت تک انتظام کیا یہاں تک اس کی کفالت سے بے نیاز کردیا تو اللہ تعالی اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا سوائے اس کے کہ وہ کوئی نا قابل معافی گناہ (مثلاً شرک جیسا) کرے۔

یتیموں کے مال کی حفاظت ونگرانی:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْراً﴾[۱]

جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت انگارے کھاتے ہیں اور دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ یتیموں اور کمزوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اوران پر شفقت اور مہربانی کرے ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرے ان کے مال کی نگہداشت کی جائے اور حسن تصرف کے ساتھ خرچ کیا جائے اور اگر اس نے

---

[۱] النساء: ۱۰۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت بنوغطفان کے ایک شخص کی بابت نازل ہوئی جب اسے اپنے ایک بھتیجے کے مال کی سرپرستی حاصل ہوئی تو وہ اسے ہڑپ کر گیا جس پر مذکورہ شدید وعید نازل ہوئی اس سے دل لرز جاتے ہیں اور قلب مومن تڑپ اٹھتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا یَاکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً﴾ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ علماء بھی کہتے ہیں کہ وہ لوگ یا تو سچ مچ آگ کھائیں گے اور اللہ تعالی یتیموں کے مال ودولت کو آگ کی شکل میں بدل دے گا یا یہ معنی ہوگا کہ یتیموں کی دولت کھانے کے سبب وہ دوزح کی آگ کھائیں گے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ سب کہہ کر سبب مراد لیا جاتا ہے کیونکہ یتیم کا مال کھانا دوزخ کی آگ کھانے کا سبب ہے۔

یتیم کا مال کھایا یا اس کو برباد کی تو وہ جہنم رسید ہوگا اور جہنم بدترین ٹھکانا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾[۱]

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ جو طریقہ یتیم کے حق میں بہتر اور مفید ہو جب تک کہ وہ اپنی جوانی کی حد کو پہونچ جائے۔

معراج کی حدیث میں وارد ہے اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اچانک میرے سامنے ایسے کچھ آدمی تھے جن کے اوپر کچھ لوگ مسلط تھے وہ ان لوگوں کے جبڑے پکڑ کر چیرتے تھے اور دوسرے آگ کی چٹانیں ان کے جبڑوں میں ٹھونسی جاتی تھیں پتھر کی یہ چٹانیں ان کے پاخانہ کے مقام سے باہر نکل جاتی تھیں میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے وہ اپنے پیٹ میں آگ کھائیں گے''۔

یتیم لڑکیوں کی شادی کے احکام :- بعض ولی اور سرپرست خود دولت مند لڑکیوں سے شادی کر لیتے تھے اور ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے تھے ان کو حکم دیا گیا کہ جو لوگ ایسی لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کرسکیں وہ دوسری عورتوں سے شادی کریں:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾[۲]

اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو ان

---

۱ بنی اسرائیل:۳۴
۲ النساء:۳

کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے شادی کرو۔

یتیموں سے حسن سلوک کے متعلق ان کے علاوہ اور بے شمار فرمودات ہیں جس میں کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں رشتہ داروں پر یتیموں سے محبت وشفقت اور انہیں کھلانے پلانے ان پر رحم کرنے اور خرچ کرنے کو فرض کیا ہے تا کہ یہ محروم ومجبور طبقہ محبت وشفقت سے مالا مال ہوکر ضائع وبرباد ہونے سے بچ جائے خیر القرون ان تعلیمات پر مکمل عمل کی روشن مثال ہیں مشہور محدث عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ بہت بڑے تاجر بھی تھے تجارت سے جو کچھ کماتے وہ سب فقراء مساکین طلبہ اور یتیموں پر لٹاتے تھے سال میں ایک لاکھ دینار سے زیادہ صدقہ و خیرات فرماتے ایک مرتبہ اپنے شہر ''مرو'' سے حج پر جارہے تھے ایک آبادی کے قریب پہونچے تو ایک پرندہ جو آپ کے ساتھ تھا مر گیا آپ نے اسے گھور میں پھینکنے اور قافلے کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود کسی ضرورت کے تحت پیچھے رہ گئے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ ایک بچی اس گھور کے پاس آئی اور وہاں سے کچھ اٹھا کر دوڑنے لگی آپ نے اس بچی کو بلایا وہ ڈرتے ڈرتے آئی آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ بچی نے جھجکتے ہوئے ہاتھ کھولا تو اس میں وہ مردہ چڑیا موجود تھی آپ نے بچی سے نہایت شفقت سے پوچھا بیٹی تم نے یہ مردہ چڑیا کیوں اٹھایا بچی نے روتے ہوئے جواب دیا چچا جان بات یہ ہے کہ میں اور مجھ سے ایک چھوٹا بھائی ہے ہم دونوں یتیم ہیں ماں باپ دونوں اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں کئی دنوں سے فاقہ پر گذارہ ہو رہا تھا کسی سے مانگتے ہوئے شرم آرہی تھی اس لئے اس گھور سے مردہ چڑیا اٹھائی ہوں تا کہ اسکو کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی جاسکے یہ سنکر عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ رو پڑے اپنے خزانچی سے پوچھا کہ ہمارے پاس کتنے دینار ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہزار دینار

ہیں پوچھا کہ واپس مرو جانے کے لئے کتنے دینار کافی ہوں گے جواب ملا بیس دینار کافی ہیں آپ نے فرمایا بیس دینار رکھ کر باقی دینار اور ہمارے ساتھ جو کچھ غلہ و اناج ہے اس یتیم بچی کو دیدو یہ ہمارے نفلی حج سے کہیں زیادہ بہتر ہے پھر آپ واپس گھر لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔[۱]

۞۞۞

[۱] التکافل الاجتماعی فی الاسلام للشیخ عبداللہ ناصح علوان

فقراء ومساکین کے حقوق

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کا ہر طرح خیال رکھا جائے ہمارے محمد عربی ﷺ غریبوں سے بڑی محبت کرتے اور انہیں کے پاس زیادہ اٹھتے بیٹھتے تھے آپ ﷺ نے مائی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اے عائشہ غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھو اور ان سے محبت کرو اور انہیں اپنے قریب بٹھاؤ فقراء و مساکین کے ساتھ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا برتاؤ ایسا ہوتا تھا کہ ان کو اپنی غریبی محسوس نہ ہوتی ان کی مدد فرماتے ان کی دلجوئی کرتے اکثر دعا مانگتے کہ خداوندا:

”اللھم أحیینی مسکینا و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرة المساکین“[۱]

اے اللہ! مجھے مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر۔

اور اسی حدیث میں ہے کہ مساکین جنت میں چالیس برس پہلے جائیں گے ظاہر یہ ہے کہ ہر دن ان برسوں کا برابر ایک ہزار برس کا ہوگا۔

ایک دفعہ ایک قبیلہ کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے یہ لوگ اتنے زیادہ غریب تھے کہ ان میں سے کسی کے بدن پر کوئی ٹھیک کپڑا نہ تھا ننگے بدن ننگے پاؤں ان کو دیکھ کر آپ پر بہت اثر ہوا پریشانی میں اندر گئے باہر تشریف لائے اس کے بعد سب مسلمانوں کو جمع کر کے ان لوگوں کے امداد کے لئے حکم فرمایا۔

آپ ﷺ مظلوموں کی فریاد سنتے ،کمزوروں کا حق دلاتے اور ان پر رحم

[۱] سنن ترمذی کتاب الزہد باب ماجاءأن فقراء المہاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائہم :۴/۵۷۷ رقم الحدیث:۲۳۵۲

کھاتے بیکسوں کا سہارا بنتے مقروض کا قرض ادا کرتے حکم تھا کہ جو مسلمان فوت ہو جائے اور اپنے ذمہ قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو میں اس کو ادا کروں گا اور وہ جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں مولانا حالی رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے — مرادیں غریبوں کی بر لانے والے
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والے — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا والی غلاموں کا مولی

فاقہ کش خاندان کی مدد: - اللہ تعالی نے مستحقین کی پوری فہرست بتا دی ہے جس کو دیکھ کر آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کون لوگ آپ کی مدد کے مستحق ہیں اور کن کا حق اللہ تعالی نے آپ کی کمائی میں رکھا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

❁ ﴿وَاٰتِ ذَا لْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ﴾[1]

اپنے غریب رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔

❁ ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلَ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ﴾[2]

اور نیک وہ ہے جو اللہ کی محبت میں مال دے اپنے غریب رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور ایسے لوگوں کو جن کی گردنین غلامی اور اسیری میں پھنسی ہوئی ہیں۔

❁ ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتَامٰى وَ

[1] بنی اسرائیل:۲۶
[2] البقرة:۱۷۷

الْمَسَاكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾[1]

اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں اور قرابت دار پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور اپنے لونڈی غلاموں سے۔

❁ ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا﴾[2]

اور نیک لوگ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

❁ ﴿وَ فِی اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾[3]

اور ان کے مالوں میں حق ہے مدد مانگنے والوں کا اور اس شخص کا جو محروم ہو

❁ ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَّ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾[4]

خیرات ان حاجت مندوں کے لئے ہے جو اپنا سارا وقت اللہ کے کام میں دے کر ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی روزی روٹی کمانے کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے انکی خودداری کو دیکھ کر ناواقف لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ غنی ہیں مگر ان کی صورت دیکھ کر تم پہچان سکتے ہو کہ ان پر کیا گذر رہی ہے وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر مانگتے پھریں جو کچھ بھی تم خیرات دو گے اللہ کو اس کی خبر ہوگی اور وہ اس کا بدلہ دے گا۔

ضرورت مندوں کے حاجات کی تکمیل: - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من قضیٰ لاخیه المسلم حاجته کان له من الاجر کمن حجّ او اعتمر“[5]

[1] النساء:۳۶
[2] الدہر:۸
[3] الذاریات:۱۹
[4] البقرة:۲۷۳
[5] تاریخ خطیب:۵/۱۲۱

جس شخص نے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کردی اس کو اس قدر اجر ملے گا جتنا حج اور عمرہ کرنے والے کو ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء''۱

تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

آپ ؐ کا ارشاد ہے:

''بیواؤں مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (راوی حدیث) کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ ؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس عبادت کرنے والے کی طرح ہے جو سست نہیں ہوتا اس روزہ دار کی طرح ہے جو ناغہ نہیں کرتا''۲

ایک تاریخی واقعہ:- حضرت عمر فاروقؓ ایک دفعہ قبیلہ بنی طے کے لوگوں کو دو ہزار روپئے دے رہے تھے عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں مکرمہ میں قبیلہ طے کے نامور افراد میں سے تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا لیکن ان کی نگاہ مجھ پر نہیں پڑ رہی تھی تو میں آپ کے سامنے آگیا آپ نے پھر بھی اعراض کیا پھر دوسرے رخ سے آکر پاس ہی بیٹھ گیا مگر آپ نے پھر منہ پھیر لیا یہ رنگ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین کیا آپ مجھکو نہیں پہچانتے یہ سن کر حضرت عمرؓ بڑے زور سے ہنس پڑے اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ گئے جب ذرا سنبھلے تو بولے میں تم کو خوب پہچانتا ہوں مگر میں آج بنی طے کے صرف ان لوگوں کی مدد کر رہا ہوں جن کے جسموں کو فاقہ کشی نے دبلا کر دیا ہے فرمایا:

۱ سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الناس رقم الحدیث: ۱۹۲۴ بحوالہ صحیح الجامع رقم الحدیث: ۳۵۲۲

۲ صحیح بخاری کتاب الأدب باب الساعی علی الارملۃ: ۱۲/۴۹ حدیث: ۶۰۰۶-۶۰۰۷ صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الزہد باب الاحسان الی الارملۃ والیتیم والمسکین: ۱۸/۴۰۸ حدیث: ۴۱ (۲۹۸۲)

''انما فرضت لقوم اجحفتُ بھم الفاقۃ''۱

چونکہ تم خوش حال ہو اس لئے تم اس کے مستحق نہیں ہو۔

ایک نادر واقعہ:- ایک مرتبہ عبد اللہ بن دینار رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر درخواست کی کہ میں اپنی لڑکی کی شادی میں سات سو روپیہ مقروض ہو گیا ہوں مجھے یہ رقم بطور امداد اعانت فرمادیں واپسی کا مطالبہ نہ کریں گے تو آپ نے اپنے بصرہ کے خزانچی کو سات سو کے بجائے سات ہزار اسے دینے کے لئے خط لکھا جب خزانچی نے اس آدمی سے پوچھا کہ تمہیں کتنی رقم چاہئے اس نے سات سو بتلایا تو اس کے بیان میں اور خط کی تحریر میں بہت فرق پایا معاملہ سمجھنے کے لئے اس آدمی کو اپنا خط دے کر عبد اللہ بن مبارک کے پاس مَرو بھیجا (مرو ایک شہر کا نام ہے) تو آپ اپنے خزانچی پر ناراض ہوئے اور جواب لکھا کہ پہلے سات ہزار دینے کو لکھا تھا مگر اب سات ہزار کے بجائے چودہ ہزار دینے کو لکھ رہا ہوں خط ملتے ہی حامل رقعہ کو بغیر کسی حیل وحجت کے رقم دے دینا سات سو روپیہ کی جگہ پر چودہ ہزار کی رقم پا کر وہ ضرورت مند شخص بہت خوش ہوا اور عبد اللہ بن مبارک کو بہت بہت دعائیں دیں ملاقات ہونے پر جب خزانچی نے اپنے مالک عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پر عمل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے وہ یہ ہے:

''من یسرہ ان یفاجیہ اللہ یوم القیامۃ فلیفاج عبدا من عباد اللہ''۲

جس کو یہ بات اچھی لگے کہ بروز قیامت اللہ تعالی اس کے ساتھ اچانک خوشیوں کا معاملہ کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ کسی حاجت مند کے دل کو اچانک

۱ مسند أحمد: ۱/۴۵

۲ تاریخ خطیب: ۵/۱۲۱

دنیا میں خوش کردے۔

ایک مثالی واقعہ:- شاہ فخرالدین دہلوی رحمہ اللہ ایک بزرگ گذرے ہیں وہ ایک مرتبہ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے جب جہاز میں سوار ہونے لگے تو ایک بڑھیا نے آکر عرض کیا اے اللہ کے بندے! میری ایک لڑکی ہے جو شادی کے لائق ہوگئی ہے میں غریب ہوں میرے گھر میں فاقہ ہوتا ہے اس کی شادی کرنے کی صورت نہیں نکل رہی ہے آپ اللہ کے لئے میری غریبی پر رحم کیجئے اور اس نیک کام میں میری مدد فرمایئے شاہ صاحب یہ سنتے ہی جہاز سے اتر پڑے اور اپنا سارا سامان جہاز سے اتار کر بڑھیا کو دیدیا اور اپنے گھر لوٹ آئے حج کا ارادہ ختم کردیا۔

پریشان حال کی مدد:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے کسی پریشان حال لاوارث بیوہ، یتیم یا کسی مقدمہ میں پریشان حال آدمی یا کسی مقروض کی یا بیمار کی مدد کردی اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتّر مغفرتیں لکھ دے گا اور صرف ایک ہی مغفرت سے اس کو نجات مل جائے گی باقی بہتر مغفرت سے اس کے بہتر درجے بلند ہوں گے''۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''جنت اس آدمی کے لئے مشتاق ہے جو اپنے پریشان حال بھائی کی ضرورت کو پوری کرنے کی کوشش کرے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح آدمی سے سوال کرے گا اپنے مال وزر کہاں کہاں خرچ کیا؟ اسی طرح یہ بھی سوال ہوگا کہ اس نے اپنے جاہ واثر سے کسی کو کیا فائدہ پہونچایا''۔[۲]

قرضدار کو معاف کردینے کا اجر:- اگر تنگ دست غریب آدمی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو قرض حسن دیا جائے تو تقاضے کر کر کے اسے پریشان نہ کیا جائے بلکہ اس کو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ آسانی سے ادا کرسکے اور اگر واقعی یہ معلوم

---

[۱] تاریخ خطیب: ۱۱۷/۳ [۲] حوالہ مذکور

ہو کہ وہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور تم اتنا مال رکھتے ہو کہ اسکو آسانی کے ساتھ معاف کرسکتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ معاف کردو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[۱]

اور اگر قرضدار تنگ دست ہو تو اسے خوش حال ہونے تک مہلت دو اور اگر صدقہ کردینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم اس کا فائدہ جانو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عن ابی قتادة انه طلب غريما لهٗ فتوارىٰ عنه ثم وجده فقا ل انه معسرٌ قال آ الله؟ قال آ الله فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول من سرّه ان ينجيه الله من كرب يوم القيامة فلينفس عن معسر او يضع عنه''[۲]

ابوقتادہ نے اپنے ایک قرضدار کو طلب کیا تو وہ کہیں چھپ گیا پھر انہوں نے پالیا اور قرض کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا کہ ہاتھ بالکل خالی ہے قرض ادا نہیں کرسکتا انہوں نے کہا کیا بخدا تم نہیں دے سکتے اس نے کہا بخدا نہیں دے سکتا تب ابوقتادہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کے دن غموں سے اسے نجات ملے تو اسے چاہئے کہ تنگ دست قرضدار کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کردے۔

نیز فرمایا:

''من انظر معسراً أو وضع عنه أظله الله ظلّه''[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دیا یا اس کا قرض معاف کردیا تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] البقرة: ۲۸۰
[۲] صحیح مسلم مع المنہاج کتاب المساقاة والمزارعة باب فضل انظار المعسر: ۱۷۴/۱۰ حدیث: ۳۲ (۱۵۶۳)
[۳] الجامع الصحیح: قشیری: ۲۳۰۲/۴ نسخہ فواد عبدالباقی

''جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالی اسے اپنے سایہ تلے سایہ دے تو اسے چاہئے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا قرض چھوڑ دے''۔[۱]

نیز فرمایا:

''من يسّر على معسرٍ يسّر الله عليه فى الدنيا والآخرة''[۲]

جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالی اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا۔

تنگ دست سے مراد ایسا غریب آدمی ہے جس کی آمدنی قلیل اور بال بچے یا زیر کفالت افراد زیادہ تعداد میں ہوں آمدنی سے اس کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں ایسے شخص کی آبرومندانہ طریقے سے امداد کرنا اس کے علاج و معالجہ اور دیگر ضروریات کا انتظام کرنا اس کے لئے آسانی مہیا کرنا ہے اس نے اگر مجبور ہو کر قرض لیا ہے تو جب تک وہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو اسے مہلت دیئے جانا یا قرض معاف ہی کر دینا یہ سب آسانی کی صورتیں ہیں۔

ادائیگی قرض میں نیت کا اثر:۔

''عن ابى هريرة قال: قال رسول الله ﷺ من اخذ اموال الناس يريد اداء ها ادّى الله عنه ومن اخذ يريد اتلافها اتلفه الله عليه''[۳]

جس شخص نے لوگوں کا مال بطور قرض لیا اور اسے واپس کرنے کی نیت رکھتا ہے اور کسی وجہ سے واپس نہ کر سکا تو اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور نیت اس کی واپس کرنے کی نہیں ہے تو اللہ تعالی اس بری نیت کی وجہ سے اسے برباد کر کے رہے گا۔

---

[۱] السنن ابن ماجہ:۲/۸۸

[۲] صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القرآن وعلی الذکر رقم الحدیث:۲۶۹۹

[۳] صحیح بخاری کتاب الاستقراض باب من آخذ اموال الناس یرید ادأھا:۵/۶۶ رقم الحدیث: ۲۳۸۷، ابن ماجہ کتاب الصدقات باب من ادّان دینا لم ینو قضاءہ:۲/۸۰۶ رقم الحدیث: ۲۴۱۱، مسند احمد:۲/۳۶۱، ۴۱۷

قرضدار کی نماز جنازہ پڑھانے کا حکم:۔ انسان کو قرض بدرجہ مجبوری لینا چاہئے ہر شخص کو اپنی آمدنی کے پیش نظر خرچ کرنا چاہئے کہاوت ہے جتنی بڑی چادر ہو اتنا ہی پاؤں پھیلائیں قرض لیتے وقت اس کی ادائیگی کی نیت رکھے اور کوشش کرکے اس کی جلد ادائیگی کر دے مرض اور قرض میں غفلت و لاپرواہی برتنا کسی طرح درست نہیں ہے کیونکہ قرضدار اگر مقروض ہو کر مرتا ہے تو اس کی روح معلق رہتی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''نفس المومن معلقةٌ بدينه حتّى يقضىٰ عنه''[۱]

جب تک اس کا قرض اس کے وارث ادا نہ کر دیں یا قرض دینے والا معاف نہ کر دے، شہید کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے ''يغفر للشهيد كل ذنب الا الدين'' یعنی شہید کا بھی قرض معاف نہیں ہوتا ہے ابتداء میں رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ میت کی نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے اس کے بارے میں پوچھتے اگر اس پر قرض ہوتا تو حاضرین کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم فرماتے اور خود نہیں پڑھتے لیکن فتوحات سے مال و دولت کی کثرت ہوگئی تو آپ ﷺ بیت المال سے میت کے قرض کو ادا کر دیتے پھر اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔

سعد بن الاطول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا انہوں نے تین سو درہم اپنے بچوں کو چھوڑا میرا ارادہ یہ تھا کہ چھوڑی ہوئی رقم کو ان کے بچوں پر خرچ کروں لیکن نبی ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے محبوس ہے تم جاؤ ان کا قرض ادا کرو میں نے جا کر قرض ادا کیا پھر آپ کے پاس آیا اور کہا اے

---

[۱] سنن ترمذی کتاب الجنائز باب نفس المومن معلقة بدینہ:۳/۳۸۹ حدیث:۱۰۷۸، مسند احمد بن حنبل:۲/۴۴۰، ۴۷۵، ۵۰۸

اللہ کے رسول دو دو دینار کے سوا میں نے تمام قرضہ ادا کر دیا ان دو دو دینار کے بارے میں ایک عورت کا دعویٰ ہے لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے آپ نے فرمایا اسے دیدو وہ حق پر ہے اور ایک روایت میں ہے وہ سچی ہے۔[1]

قرض کی ادائیگی کی دعا:- ۱-ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے ایک انصاری جن کا نام ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) تھا بیٹھے ہوئے تھے دیکھ کر پوچھا کہ اے ابو امامہ کیا بات ہے کہ میں تجھے مسجد میں بیٹھا دیکھتا ہوں حالانکہ یہ نماز کا وقت نہیں ہے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ بہت سے غم اور بہت سے قرض مجھے لپٹ گئے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تجھے ایسا کلام نہ سکھا دوں کہ جب تو اسے کہے تو اللہ تیرے غم دور کر دے اور تیرے قرض ادا کر دے کہا کیوں نہیں فرمایا کہ صبح و شام یہ پڑھا کر:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ"[2]

اے اللہ فکر اور غم سے پناہ چاہتا ہوں اور عاجزی اور کاہلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بزدلی اور بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرض کے غلبہ اور مردوں کے قہر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اللہ نے میرے غم دور کر دیئے اور میرے قرض ادا کر دیئے۔

۲-علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مکاتب آیا

[1] صحیح سنن ابن ماجہ
[2] ابو داؤد: ۱/۱۲۸ وسکت عنہ ھو والمنذری فی الترغیب والترہیب (۳۵۵)

اور کہنے لگا کہ میں اپنے بدل کتابت سے عاجز ہوں آپ میری مدد کیجئے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمات نہ سکھا دوں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائے ہیں اگر تجھ پر کوہ صیر[1] کے برابر قرض ہو تو اللہ اس کو تیری طرف سے ادا کر دے تو یہ دعا پڑھا کر:

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ"[2]

اے اللہ اپنے حلال رزق کے ذریعہ سے مجھ کو حرام سے بچا اور اپنے فضل سے مجھ کو ان لوگوں سے بے نیاز کر دے جو تیرے سوا ہیں۔

یہ دعا بھی ہے:

"اللھم فارج الھم کاشف الغم مجیب دعوة المضطرین رحمن الدنیا والآخرة و رحیمھما انت ترحمنی فارحمنی برحمة تغنینی بھا عن رحمة من سواك"

اے اللہ! فکر دور کرنے اور غم ہٹانے والے مجبوروں کی دعا سننے دنیا اور آخرت کے رحمٰن اور دونوں کے رحیم تو ہی مجھ پر رحم کر اس لئے مجھ پر اپنی رحمت سے ایسا رحم فرما کہ اس کی وجہ سے اپنے غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔

یا پھر یہ دعا پڑھے:

"اللھم انی اعوذبك من غلبة الدین و غلبة العدو و شماتة الاعداء"

اے اللہ! میں قرض کے بوجھ اور دشمنوں کے غلبے اور دشمنوں کے میری تکلیف پر خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (حصن حصین ص:۲۴۴)

غرض اسلام نے غرباء و مساکین کی امداد و دستگیری کا جہاں حکم دیا ہے اسی کے ساتھ تندرست ہٹے کٹے لوگوں کی مفت خوری کی عادت سے بھی روکا ہے صدقہ دینے

[1] بعض روایات میں صبہ واقع ہے مجمع البحار
[2] رواہ احمد: ۱/۱۵۳ والترمذی ۲/۳۱۵ الترغیب والترہیب: ۳۸۴-۳۵۵

والوں کو احسان جتانے کی بھی ممانعت کی ہے اور صدقہ لینے والوں کی عزت نفس کو بھی بچانے کی کوشش کی ہے۔

اتنی متوازن تعلیم مشکل سے کسی مذہب میں مل سکتی ہے، اسلام نے اچھے اور نیک کاموں میں دوسروں کی امداد کو اتنی وسعت دی ہے کہ جو شخص بھولے بھٹکے ہوئے شخص یا اندھے کو راستہ بتاتا ہے تو اس کو بھی صدقہ قرار دیا ہے۔ [۱]

رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی سائل یا حاجت مند آتا تھا تو آپ صحابہ سے فرماتے تھے کہ تم بھی اس کی سفارش کرو تم کو بھی ثواب ملے گا۔ [۲]

صرف تین قسم کے آدمیوں کو سوال کرنے کی اجازت ہے:

۱- وہ شخص جو قرض میں گرفتار ہو اسے اس حد تک مانگنے کی گنجائش ہے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔

۲- وہ شخص جسے فاقے کی نوبت آجائے اور پاس پڑوس والے بھی اس کا اعتراف کریں، راوی نے تیسرے شخص کو بیان نہیں کیا ان کے علاوہ اگر کوئی مانگتا ہے تو اسے یوں سمجھو کہ وہ زنا کی کمائی کھا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بلا ضرورت دست سوال دراز کرنے اور قرض کے بار سے بچائے اور امانتداری اور نیک عمل کی توفیق دے۔ (آمین)

❀❀❀

---

۱ صحیح بخاری باب کل برصدقۃ
۲ صحیح بخاری کتاب الایمان باب تعاون المومنین باب قول اللہ من یشفع شفاعۃ حسنۃ

غلاموں کے حقوق

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے غلام کے مقام و مرتبہ کو متعین کیا اور انہیں باقاعدہ انسانی حقوق دیئے غلام کو ہر طرح کی آزادی عطا کی اور وہ تمام مراعات مہیا کیں جو ایک آزاد انسان کے شایان شان ہو سکتی ہیں غلاموں کو آزاد لوگوں کے بھائی قرار دیا ان کی عزت کو لازمی ٹھہرایا ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا آپ ﷺ نے صاف صاف الفاظ میں فرمایا کہ تم ان کو (عبدی و امتی یعنی میرا غلام اور میری لونڈی نہ کہو) نہ وہ تمہیں ابی وابتی (یعنی میرا پروردگار کہیں بلکہ تمہیں فتای وفتاتی (میرا بچہ اور میری بچی کہو اور یہ تمہارے لئے سیدی وسیدتی (میرے آقا کا لفظ استعمال کریں اس سے زیادہ غلام کی کیا عزت ہو سکتی ہے اسلام نے ان کے لئے مولیٰ کا لفظ استعمال کیا (میرے آقا) جس کے معنی سردار قائد، رہنما، مددگار اور معاون کے ہیں انہیں فتی کہا جس کے معنی نوجوان اور لڑکے کے ہیں۔

آج کل دنیا میں مساوات پر بحث جاری ہے حالانکہ اسلامی تاریخ کی صفحات ایسے واقعات سے مزین اور آراستہ ہیں جو دنیا والوں کے لئے مساوات کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔

اسلام نے غلاموں کے اتنے حقوق ادا کئے کہ ان پر ہر طرح کی ترقی کے دروازے کھل گئے اور بہت سے غلام آقا کے ہمسر بلکہ مرتبہ میں ان سے بڑھ گئے اسلام کی تاریخ غلاموں کی عظمت اور ان کے کارناموں سے بھری ہوئی ہے ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اسی گروہ سے تعلق رکھتی تھیں اور بلند مرتبہ کی

حامل تھیں خواتین ان پر رشک کرتی تھیں آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد صحابہ
عظام انہیں انتہائی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے
دور خلافت میں ان کی تمام ضروریات پوری کرتے تھے ان کے بعد حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ ان کا وظیفہ مقرر کیا اور ان کے اخراجات کی ذمہ داری قبول کی
اکابر صحابہ میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی
رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، سالم مولیٰ رضی اللہ
عنہ، ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہم وغیرہ غلام ہی تھے۔

تبع تابعین میں عبداللہ بن مبارک، یحیٰ بن معین، سفیان بن عیینہ، امام محمد،
حماد بن زید، لیث بن سعد، علی بن المدینی رحمہم اللہ وغیرہ دینی علوم کے امام تھے جن
کے سامنے بڑے بڑے ہاشمی و مطلبی زانوئے تلمذ تہ کرتے تھے اور سرداران قریش
گردنیں خم کرتے تھے۔

اسلام کے علاوہ کسی مذہب نے غلامی کی اصلاح میں کوشش نہیں کی یہ فخر
صرف مذہب اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے غلامی کو ایسی شکل میں بدل دیا کہ آزادی
کا گیت گانے والے بھی فخر کرسکتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک حبشی الاصل غلام تھے حضرت عمر فاروق رضی
اللہ عنہ جیسے خلیفۂ اعظم جب ان کا ذکر فرماتے تو ان الفاظ میں سیدنا ابوبکر عتق، سیدنا
بلال، ہمارے سردار ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا
اسی طرح زید بن حارثہ بنت جحش قریشیہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح
پہلے زید بن حارثہ سے ہوا تھا جن کو اہل مکہ زرخرید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار
عکاظ سے خرید کرلانے والے حکیم بن حزام بھی موجود تھا۔

فاطمہ بنت ولید بنت عتبہ قریشیہ جو حضرت ابوحذیفہ کی بھتیجی ہیں اور قریش کی
مشہور ترین عورتوں میں شمار کی جاتی ہیں اور مہاجرات میں سے ہیں آپ کا نکاح ابو
حذیفہ کے غلام سالم سے ہوا تھا۔

یہ دونوں مثالیں تو قریشی عورتوں کی ہیں ان کے علاوہ اہل مدینہ وانصار بھی
اپنی بیٹی دینے میں بہت سخت تھے، سردار ہاشم بن عبد مناف قریشی کی شان بلند کا
سارے عرب کو اعتراف تھا اس کے باوجود جب انہوں نے مدینہ میں قبیلہ بنی نجار کی
لڑکی سے نکاح کی درخواست کی تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کی
کہ ہماری لڑکی مکہ کبھی نہ جائے گی لیکن اسلام لانے کے بعد اس قبیلہ کا حال یہ تھا کہ
ایک روز بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں اعلان کیا کہ لوگو! میں غلام ہوں حبشی ہوں
، بے زر و مال بھی ہوں اور اس کے باوجود نکاح کا خواستگار بھی ہوں کیا کوئی شخص مجھے
بیٹی دے سکتا ہے ان کے اس قدر کہنے پر بیسیوں لوگوں نے درخواست کرنا شروع
کردی کہ بلال حبشی رضی اللہ عنہ ان کے ہاں نکاح کرنے کو قبول کریں۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اہل دنیا کی نگاہ میں غلام ابن غلام تھے مگر ان کی
بیوی زینب اس بڑے خاندان کی خاتون تھیں کہ شہزادہ امراء القیس ان کے جدامجد کا
مداح شاعر تھا اب اسی کی پوتی اسامہ کی کفش برداری پر نازاں ہے۔

اسلام کی عظمت یہ ہے کہ جو غلام بازار میں فروخت کئے جاتے تھے وہ آگے
چل کر بادشاہ بن جاتے تھے ہندوستان میں التگین، سبکتگین، قطب الدین ایبک،
شمس الدین، ابراہیم لودھی تک جتنے بادشاہ ہوئے وہ غلام تھے یہ دور سلطنت غلامان
کہلاتا ہے مغلوں سے پہلے یہ سلطنت قائم تھی اور غلام خاندان حکومت کرتے تھے یہ
انہیں غلام خاندان کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کو تاتاریوں کے حملوں سے

محفوظ کر دیا تا تاریوں نے سترہ حملے ہندوستان پر کئے اور ان کو ہر بار شکست ہوئی دوسری طرف حکومت ممالیک مصر میں قائم ہوئی یہ بھی غلاموں کی حکومت تھی دو برس غلام بادشاہی کرتے رہے کافور مصر کا بادشاہ غلام تھا یہ اسلام کی عظمت ہے کہ وہ غلاموں کو شہنشاہی اور دبے کچلے طبقوں کو تخت وتاج کی عظمت عطا کرتا ہے یہ سب مسلمانوں کو عطا ہوا ہے کہ اس ذات نبوی ﷺ کے باعث جس نے جبل رحمت کی بلندی سے حجۃ الوداع میں انسانی حقوق کا اعلان کیا تھا اور مساوات کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا تھا اور آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا:

﴿الصلوۃ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ﴾[1]

نماز اور غلام کا خیال رکھنا۔

اسلام میں ہر شخص کا درجہ برابر ہے اور ہر ایک کے حقوق مساوی ہوتے ہیں امیر وغریب چھوٹے بڑے، عالم جاہل اور حاکم ورعایا میں آقا وغلام میں کچھ فرق نہیں ہے۔

آقا اور غلام: — حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک دن مکہ میں کہیں جارہے تھے دیکھتے ہیں کہ ملازمین اپنے آقاؤں کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں بلکہ ایک طرف کھڑے ہیں ان کو غصہ آجاتا ہے اور ناپسندیدگی کے لہجہ میں ان کے آقاؤں سے فرماتے ہیں:

"لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنے خادموں کے ساتھ بیچ کا برتاؤ کرتے ہیں پھر آپ ان ملازمین کو بلا کر آقاؤں کے سامنے بٹھا دیتے ہیں تاکہ وہ ہم پلہ و ہم نوالہ بن سکیں"۔[2]

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ان کی خلافت کے وقت کا

[1] النساء:۳۰

[2] اسلام میں عدل اجتماعی ص:۱۵

ہے غلام کو ساتھ لیکر بازار گئے غلام سے فرمایا مجھ کو کپڑا بنوانا ہے اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے تم کپڑے کی دوکان پر میرے لئے اور اپنے لئے کپڑے پسند کرو غلام نے دو طرح کے کپڑے خرید لئے ایک قیمتی ایک کم قیمت والا امیر المومنین جب وہ کپڑا درزی کو دینے گئے تو سستے کپڑے کے متعلق امیر المومنین نے فرمایا کہ یہ میرے لئے ہے اور مہنگے کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ یہ غلام کے لئے کاٹ دو غلام نے کہا آپ آقا ہیں امیر المومنین ہیں آپ کو اچھے کپڑے کی ضرورت ہے اور اچھا لباس چاہئے آپ نے فرمایا میں بڈھا ہوں تم جوان ہو تم کو اچھے لباس کی زیادہ ضرورت ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے غلام سے جھگڑتے ہوئے اسے غصہ میں کہا او حبش کی اولاد نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: بس بس کسی گورے بچہ کو کسی کالے کے بچہ پر کوئی فضیلت نہیں ہے فضیلت تو عمل سے ہے ایک دوسرے موقع کا ذکر ہے کہ انہوں نے غلام کو مارا نبی کریم ﷺ موقع پر آگئے فرمایا: ابو ذر جو قدرت تمہیں اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر حاصل ہے ابو ذر زمین پر گر پڑے غلام سے فرماتے تھے کہ اپنا پاؤں جوتے سمیت میرے رخسار پر رکھ دو کہ میری یہ نخوت نکل جائے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جبلہ بن ایہم جو سلطنت غسّان کا شہزادہ تھا عیسائیت چھوڑ کر عہد فاروقی میں اسلام میں داخل ہوا تھا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی عزت فرمایا کرتے تھے ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اس کے شاہانہ چوغے کا دامن فرش پر گھستا جاتا تھا اور اس کے پیچھے ایک بدو طواف کر رہا تھا اس کا پاؤں دامن چوغہ پر پڑ گیا جب اس نے مڑ کر دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا جو مستانہ وار لاابالی پن کے ساتھ طواف میں مصروف تھا اس کی ظاہری حالت

دیکھ کر شہزادہ کو غصہ آ گیا اس نے اس بدو کے رخسار پر ایک طمانچہ لگا دیا بدو نے امیر المومنین سے شکایت کی اور استغاثہ پیش کر دیا شہزادہ کی طلبی ہوئی وہ حاضر ہوا اپنے فعل کا اعتراف کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں ایک فرماں رواں ہوں اور یہ ایک عامی شخص ہے اگر میں نے اس کو ایک طمانچہ لگا بھی دیا تو کیا ہوا؟ امیر المومنین نے فرمایا اسلام میں سب برابر ہیں یا تو اسے رضا مند کرو ورنہ بدلہ دینا پڑے گا اس نے کہا کہ ایک دن کی مہلت دی جائے یہ درخواست منظور کر لی گئی اور وہ راتوں رات بھاگ گیا اس کے نزدیک ایسی مساوات کا سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ اسلام میں ہر شخص کا درجہ برابر کا ہوتا ہے اور ہر ایک کے حقوق برابر ہوتے ہیں امیر و غریب آقا و غلام چھوٹے بڑے عالم جاہل اور حاکم و رعایا میں کچھ فرق نہیں ہوتا مگر امیر المومنین اس اعلیٰ ارفع صفات اور مساوات و برابری کی اس مثالی تعلیمات پر فخر کرتے ہیں کہ ایک ذرہ خاک پا اور ایک فرماں روا دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔

اس وقت انسانی مساوات اور اس کے احترام کی جڑیں اسقدر گہری اور مضبوط کر دی گئی تھیں کہ وہاں حاکم و محکوم کا تصور مٹ چکا تھا اونچ نیچ کا کوئی فرق باقی نہیں تھا اور انا و نخوت کے بت پاش پاش ہو چکے تھے ان کے قلوب بغض و حسد کی گندگی سے پاک تھے نفرت کی دیواریں منہدم ہو چکی تھیں شخصی عز و جاہ کو اجتماعی شرف و منقبت کے لئے قربان کرنا ان کے لئے قابل فخر بات تھی۔

غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے:-

”عن ابن مسعون البدری قال کنت اضرب غلاماً لی بالسوط فسمعت صوتا من خلفی اعلم ابا مسعود فلم افهم الصوت من الغضب فلما دنا منی اذا هو رسول الله ﷺ فاذا هو یقول اعلم ابا مسعود ان الله عز وجل اقدر علیك منك علی هذا العلوم فقلت لا اضرب مملوکاً

بعده ابدا و فی روایته فقلت هو حسر لوجه الله تعالی “[۱]

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میرے پیچھے دور سے کسی نے آواز دی جان لو! اے ابو مسعود میں غصہ کی وجہ سے سمجھ نہیں سکا کہ یہ کس کی آواز ہے جب کہنے والا قریب آیا تو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ ہیں اور فرما رہے ہیں جان لو! اے ابو مسعود کہ جتنی قدرت تمہیں اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ کو تم پر حاصل ہے اسے اتنی بے دردی سے کیوں پیٹ رہے ہو کیا تمہیں اللہ کا ڈر نہیں ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اب میں کسی غلام کو کبھی نہیں ماروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ ابو مسعود نے کہا یہ غلام آزاد ہے اللہ کی خوشنودی کی خاطر۔

غلام کو آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے انسانیت کی سطح پر لایا جائے اسے اپنے برابر کر لیا جائے اسلام سے پہلے غلاموں کو انسان کہاں سمجھا جاتا تھا۔

غلام کے معنی کسی کی ملکیت میں آنا اور غلام ہونا رق کہلاتا ہے اور رقیق مملوک غلام کو کہتے ہیں مادہ رقۃ سے ماخوذ ہے جو غلظۃ کی ضد ہے اس لئے غلام بھی اپنے آقا کے لئے نرم ہوتا ہے اور مملوک ہونے کی وجہ سے سخت رویہ نہیں اپنا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ﴾[۲]

اور جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”هم اخوانكم و خولكم جعلهم الله تحت ایدیکم فمن کان اخوة تحت یدہٖ فلیطعمه مما یاکل و لیلبسه مما یلبس و لا

[۱] صحیح مسلم مع المنهاج کتاب الایمان باب صحبة المممالیک :۲۸۹/۱۱۔۲۹۰ رقم الحدیث: ۳۴ (۱۶۵۹)، سنن أبي داؤد کتاب الادب باب فی حق المملوک :۳۴۰/۴ رقم الحدیث: ۵۱۵۹، سنن ترمذی کتاب البر باب النهی عن ضرب الخذم و شتمهم :۳۳۵/۴ رقم الحدیث: ۱۹۴۸

[۲] النسآء:۳

تکلفوھم ما یغلبھم فان کان کلفتموھم فاعینوھم"[۱]

یہ تمہارے بھائی ہیں اور جنہیں اللہ نے تمہاری ملکیت میں دیا ہے تو جس کے قبضہ اس کا بھائی ہو وہ جو کھاتا ہے اسے کھلائے جو پہنتا ہے اسے پہنائے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ کام کی تکلیف نہ دو اگر ایسے کام کرنے کا حکم دیا ہے تو ان کے ساتھ تعاون بھی کرو۔

اور فرمایا:

"من لَطَمَ مملوکاً أو ضربة فکفاته ان یعتقه"[۲]

جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے یا ضرب لگائے تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے۔

غلام تمہارے بھائی بہن ہیں: — رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"لونڈی غلام تمہارے بھائی بہن ہیں اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے تو جس کے بھائی بہن کو اللہ تعالی اس کے ماتحت کردے اس کو چاہئے کہ جیسا کہ وہ خود کھاتا ہے ویسا ہی ان کو کھلائے اور جیسا خود پہنتا ہے ویسا ہی ان کو پہنائے ان کو ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو ان کی طاقت سے باہر ہو اگر کبھی ایسا کام پیش آجائے تو خود اس کام میں اس کا ہاتھ بٹائے چنانچہ حضرت ابو ذرؓ کا معمول تھا کہ جو خود کھاتے پہنتے تھے وہی غلاموں کو بھی کھلاتے پہناتے تھے"۔[۳]

نیز فرمایا:

"عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا صنع لاحدکم خادمه طعامه و ثم جاءه به وقد ولی حره و دخانه فلیقعده معه فلیاکل فان کان الطعام مشغوها قلیلا فلیضع فی یده منه اکلة او اکلتین"[۴]

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من أمر الجاہلیة: ۱/۱۱۸۔۱۱۹ حدیث: ۳۰ (۲۵۴۵)
[۲] صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الایمان باب صحبة المما لیک: ۱/۲۸۷ حدیث: ۲۹ (۱۶۵۷)
[۳] صحیح بخاری باب قول النبی ﷺ العبید اخوانکم فاطعموھم مما تاکلون
[۴] مسلم کتاب الایمان باب اطعام الملوك مما یاکل والباسه: ۶/۱۴۷۔۱۴۸ حدیث: ۱۶۶۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لوگوں میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا تیار کر کے لائے تو چونکہ اس کے کھانے کی تیاری میں آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے اس لئے اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا چاہئے اور اگر کھانا کم ہو تب بھی اس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دینا چاہئے۔

محمد عربی ﷺ نے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ کے موقع پر فرمایا:

"عورتوں کے بعد انسانوں کا سب سے بڑا مظلوم طبقہ غلاموں کا تھا آج اس کے انصاف پانے کا دن آیا ہے فرمایا: تمہارے غلام تمہارے غلام ان کے حق میں انصاف کرو جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو ان کو پہناؤ۔

❀ ❀ ❀

محنت کشوں اور مزدوروں کے حقوق

اسلام دین فطرت ہے اس لئے اس نے نہ صرف جدو جہد اور محنت ومشقت کو انسانی زندگی کے رواں دواں رہنے اور ان کی بقاء وسالمیت کے لئے لازمی قرار دیا ہے بلکہ اس نے محنت اور مشقت اور عمل پیہم کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے انسانی تاریخ درحقیقت انسان کی جہد وجہد اور عزم واستقلال کی تاریخ ہے بقول شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ ؎

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ — جوئے شیر و تیشہ وسنگ گراں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے — اگرچہ ایک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

قرآن کریم نے رزق حلال کے لئے کسب وسعی کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں رزق حلال کے لئے جدو جہد کا مقام بڑا اونچا ہے کہ اس کو مجاہدین کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں مفسرین نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ایک شہر سے خوراک کا سامان کسی دوسرے شہر میں لے آتا ہے اور اس دن کے بھاؤ کے مطابق فروخت کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ شہداء کے برابر ہے پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ

آخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [۱]

قرآن مجید میں تقریبا ۳۶۰ آیات ہیں جن میں عمل کی اہمیت عامل کی مشغولیت اور عاملین کے حقوق وواجبات کا ذکر ہے اس سے اسلام میں عمل کے مقام ومرتبہ کا تعین ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اس ضمن میں عملی نمونہ بھی یہی ہے کہ آپ خود ہاتھ سے کام کرتے اور اس کو پسند فرماتے آپ ﷺ نے چند قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔[۲]

مسجد نبوی کی تعمیر میں عملاً شریک ہوئے غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی میں حصہ لیا آپ ﷺ خود گھر کی صفائی فرمالیتے اونٹ کو باندھ لیتے اور اپنے جانور کو چارہ بھی دیتے اور خدمت گار کے ساتھ تناول فرماتے اور آٹا گوندھنے میں اس کا ہاتھ بٹاتے اور بازار سے سودا بھی لے آتے۔[۳]

ان عملی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ کے ایسے ارشادات بھی ہیں جو رزق حلال کے لئے کسب وسعی کرنے کی تلقین کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کسی کا رسی لے کر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گھٹا لاد کر لائے تو یہ سوال کرنے سے بہتر ہے۔[۴]

صحیح بخاری میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا کاروبار حضرت ابو بکرؓ کی

---

۱ المزمل: ۲۰
۲ بخاری کتاب الاجارۃ
۳ نبی رحمت ص: ۲۵۷
۴ صحیح بخاری کتاب البیوع

تجارت اور حضرت عمرؓ کی بازار میں مشغولیت کا ذکر بھی ہے صحابہ کرام زیادہ تر تجارت پیشہ یا صنعت پیشہ تھے۔[۱]

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے لوہار، خیاط (درزی) نساخ (کپڑا بننے والا) نجار (بڑھئی) صائغ (سنار) سے متعلق مختلف روایات نقل کی ہیں جو انسان کو کسب وسعی کی طرف متوجہ کرتی ہیں ہمارے ائمہ کے ناموں کے ساتھ مختلف پیشوں کی نسبتیں (جیسے بزار، قفال، بصاص قطان) وغیرہ بھی ظاہر کرتی ہیں کہ علم وعمل کے ان حوصلہ مند سپوتوں نے عمل صالح کا کیا جامع تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

تعلیمات نبوی نے ان تصورات ونظریات کی بیخ کنی کر دی جو انسان کے عمل کسب وسعی میں رکاوٹ بنتے ہیں:

۱-ایک رکاوٹ توکل علی اللہ کی غلط تعبیر وتشریح ہے آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں توکل کسب وسعی کرنا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا ہے نہ کہ کسب وسعی سے دستبردار ہونا۔

۲- دین اور دنیا کی تفریق کی آڑ میں ترک دنیا کو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا بلکہ محنت ومشقت کر کے رزق حلال کمانا عبادت میں شمار کیا اور حسنات آخرت کے ساتھ حسنات دنیا طلب کرنے کی تلقین کی، لوگوں نے الفقر فخری کو باعث ثواب جانا لیکن آپ ﷺ نے فتنہ فقر سے پناہ مانگی۔[۲]

۳- آپ نے عملاً خود مختلف کاموں میں حصہ لے کر یہ واضح کر دیا کہ سوسائٹی میں کسی کا بلند مقام ومرتبہ کسب وسعی کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔

۴-لوگ اپنی کاہلی اور سستی کی وجہ سے سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں لیکن

---

۱ معارف القرآن: ۶/۴۳۰

۲ صحیح مسلم کتاب الذکر

تعلیمات نبوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفر کو رکاوٹ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی وکامرانی کا ذریعہ سمجھا جائے ایک حدیث میں نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک فرد کے دریائی سفر کا ذکر کیا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کے لئے جو عنوان قائم کیا ہے وہ ہے ''التجارۃ فی البحر'' یعنی تجارت کے لئے بحری سفر کرنا پس کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک فرد کا واقعہ امت کو ترغیب دلانے کے لئے بیان کیا اس پر خشکی اور ہوائی سفر قیاس کئے جا سکتے ہیں۔

اسلام نے ان رکاوٹوں کو دور کیا جو انسان کو رزق حلال کی سعی سے روکنے کا ذریعہ بنتی ہیں لیکن عزت ووقار کا سودا کر کے کاسۂ گدائی پھیلا ناپسند نہ کیا۔

عصر حاضر کے تناظر میں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عمل اور کسب وسعی دو طرح کی ہیں اور دونوں تعلیمات نبوی سے ثابت ہیں:

(۱) عمل بالید: یعنی ہاتھ سے کام کرنا اور تجارت وصنعت وحرفت۔ حدیث میں ہے:

''ما اکل احد طعاما قط خیر ا من أن یاکل من عمل یدہ''

کسی نے ہرگز اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے۔

اور اس کے لئے ایک جلیل القدر نبی کی نظیر پیش کر کے ''عمل بالید'' کی اہمیت وعظمت واضح فرمادی:

''و ان نبی اللہ داؤود علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہ''[۱]

بے شک اللہ تعالی کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

سوال کرنے کی مذمّت: - نبی ﷺ نے سوال کرنے کو اس قدر مذموم قرار دیا

---

۱ صحیح بخاری باب کسب الرجل و عملہ بیدہ

ہے کہ صحابہ اپنی جائز ضروریات کے لئے بھی دوسروں سے سوال کرنا مناسب خیال نہ کرتے تھے حضرت عوف بن مالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہم نو آٹھ سات آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے اور ہم نے انہی دنوں آپ سے بیعت کی تھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں آپ نے پھر فرمایا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں آپ نے پھر فرمایا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے عوف کہتے ہیں ہم نے ہاتھ بڑھا دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں اب کس چیز کی بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات کی تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھو گے اور اللہ تعالی کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی: ''ولا تسألوا الناس شيئا ''اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔

حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے بیعت کرنے والے اس گروہ کے بعض ساتھیوں کو دیکھا کہ:

''یسقط سوط احدھم فمایسال احدا ینالہ ایاہ ''[1]

اگر ان کا چابک بھی گر جاتا تو وہ کسی سے اس کے اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ نے گداگری کے گھناونے اثرات کو بیان کرتے ہوئے یہ خبر بھی سنائی کہ سوال کرنے والے کے چہرے سے حسن و نور بھی غائب ہو جاتا ہے حدیث

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب النھی عن المسئلة

میں ہے کہ ایسا آدمی جب بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگا تو ''ولیس فی وجھہ مزغة لحم ''اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔[1]

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے مانگتا ہے تو وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے خواہ کم کرے یا زیادہ۔[2]

اسلام میں گداگری اور مفت خوری کی سخت مذمت کی گئی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے دنیا میں حرام خوری کی عادت پیدا ہوتی ہے محنت و ریاضت سے راہ فرار اختیار کرنے کا رجحان بڑھتا ہے اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اہل اسلام کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ چھوٹے سے چھوٹا اور معمولی سے معمولی شغل اختیار کر کے اپنے لئے روزی پیدا کر لیں مگر کسی کے سامنے دست سوال دراز کر کے انسان کی عظمت کا مذاق نہ اڑائیں اس لئے کہ انسان کی عظمت صرف اس کی محنت میں پوشیدہ ہے رسول اللہ ﷺ سے جب ایک صحابی نے اپنی حاجت بیان کی تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ ہے تو انہوں نے کہا فقط ایک پیالہ اور چادر ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ وہ لے آئے تو آپ ﷺ نے اس کو نیلام کر دیا اور دو درہم میں اسے فروخت کر دیا اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک درہم سے انہیں گھر کے لئے آٹا اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر لانے کا حکم دیا انہوں نے تعمیل کی آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اس میں لکڑی کا دستہ فٹ کیا اور پھر فرمایا کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بازار میں فروخت کر کے اس سے اپنے لئے روزگار پیدا کرو چنانچہ چند ہی دنوں میں ان کے پاس گھر کی ضروریات

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب استعفاف عن المسئلة
[2] صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب النھی عن المسئلة

پوری کرنے کے علاوہ چند درہم نقد موجود تھے اس طرح آپ نے گویا عملی طور پر امت کو جتلایا کہ محنت ایک عظیم وصف ہے خواہ اس سے کوئی چھوٹا کام کیا جائے یا بڑا۔

اسلام نے آجر اور اجیر دونوں پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور ایک دوسرے کی بدخواہی ہرگز نہ کریں اسی لئے اسلام میں سرمایہ کار کا یہ بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ محنت کش کے لئے کام کرنے کے مقام پر گرمی سردی سے بچاؤ اور اسکی جان کی حفاظت کا مناسب تحفظ کرے اور ناخوشگوار اور مشکل کاموں میں ان کی مدد کا بندوبست کرے دوسری طرف اجیر کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ مقررہ وقت میں ہی کام مکمل کردے اور کام پوری کر کے وقت ضائع نہ کرے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مزدوری سے اجرت اتنی ہونی چاہئے کہ جس اجرت کے ذریعے محنت کش اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکے یہ نہیں کہ بس اس کا سانس چلتا رہے اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

یہ غلام نوکر مزدور تمہارے بھائی ہیں انہیں ویسا کھلاؤ جیسا تم کھاتے ہو ویسا پہناؤ جیسا خود پہنتے ہو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اعطوا الاجیر اجرہٗ قبل ان یجف عرقه"[1]

مزدور کی اجرت ان کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔

❀❀❀

۱؎ ابن ماجہ کتاب الرھون باب اجر الاجراء: ۲/۸۱۷ حدیث: ۲۴۴۳

جانوروں کے حقوق

ہمارے رسول محمد عربی ﷺ ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے تھے اس لئے کسی کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی اور ناانصافی کو پسند نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ لوگ غفلت لاپرواہی برتتے تھے وہ بھی آپ کو گوارا نہ تھی اور ان بے زبانوں پر جو ظلم وزیادتی ہوتا آیا تھا اس کو روک دیا ایک بار ایک صاحب نے ایک پرندے کا انڈا اٹھا لیا چڑیا بے قرار ہو کر پَر مار رہی تھی آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس نے اس کا انڈا لیا ہے اور اس کو دکھ پہونچایا ہے ان صاحب نے کہا یا رسول اللہ میں نے یہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہیں رکھدو۔

گوشت انسانی غذا ہے اس لئے تقریبا سارے مذاہب نے جانوروں کے شکار اور ان کو ذبح کر کے کھانے کی اجازت دی ہے دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کی عبادت میں قربانی نہ ہو صرف ہندوستان کے بعض مذاہب میں جانوروں کو تکلیف پہونچانا حرام ہے اس بارے میں اسلام کی تعلیم بڑی معقول ہے اس نے اپنی رحمت سے جانوروں کو بھی محروم نہیں رکھا ہے اس نے صرف غذا کی ضرورت کی حد تک جانوروں کے شکار اور ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ﴾[1]

ان چیزوں کے سوا جو تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (یعنی حرام جانور جن کی قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں تفصیل موجود ہے) باقی سب جانور تمہارے

۱؎ الحج: ۳۰

لئے حلال ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان حرام جانوروں کے علاوہ جن کی تفصیل قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں ہے باقی تمام جانوروں کا گوشت جن کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو خواہ ذبیحہ ہو یا شکار کیا ہوا حلال ہے لیکن غذائی ضرورت کے علاوہ کسی جانور کو بیکار مارنا یا ان کو ایذا پہونچانا گناہ ہے۔

جانوروں کا احترام: -رسول اللہ ﷺ نے تین آدمیوں کو بڑا گنہگار قرار دیا ہے:

۱-ایک جس نے عورت سے شادی کی اور اس سے لطف اندوز ہونے کے بعد طلاق دے دی اور مہر نہ ادا کی۔

۲-دوسرے جس نے کسی مزدور سے کام لیا اور اجرت نہ دی۔

۳-جس نے کسی جانور کو بیکار ہلاک کیا۔[۱]

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص گوریا یا اس سے بھی چھوٹا جانور اس کے حق کے بغیر یعنی بلا ضرورت مارے گا تو اللہ اس کی باز پرس کرے گا کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا: اس کو ذبح کر کے کھائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دے‘‘۔[۲]

حدیث میں ہے:

’’وامر النبی ﷺ باحداد الشغرة واراحة الذبیحة ان الله کتب الاحسان علی کل شی فاذا قتلتم فأحسنوا القتلة و اذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة و لیحد أحدکم شغرته و لیرخ ذبیحته رواه مسلم عن شداد بن اوس‘‘[۳]

[۱] مستدرک حاکم ج:۲ کتاب النکاح باب اعظم الذنوب عنداللہ
[۲] نسائی کتاب الضحایا باب ذبائح الیہود
[۳] مسلم کتاب الصید والذبائح باب الأمر باحسان الذبح والقتل وتجدید الشفرة

نبی ﷺ نے چھری کو تیز کرنے اور ذبیحہ کو آرام پہونچانے کا حکم دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے بیشک اللہ نے ہر شے کے ساتھ حسن سلوک کو لازم قرار دیا ہے لہذا جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم میں سے ذبح کرنے والا اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہونچائے اسے امام مسلم ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ان کے علاوہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اچھی طرح ذبح کرنے سے روح جلد نکل جاتی ہے اور ذبیحہ کو دیر تک تکلیف نہیں ہوتی اسی بنا پر کنکر یا غلیل سے شکار کرنے کی ممانعت ہے آپؐ کا ارشاد ہے کہ:

’’اس سے نہ شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن شکست کھا سکتا ہے البتہ دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے‘‘۔[۱]

جانوروں کو ایذا پہونچانے کی جتنی شکلیں اس دور میں عرب میں رائج تھیں ان کو حرام قرار دیا عام دستور تھا کہ نشانہ بازی کی مشق کے لئے جانوروں کو باندھ کر ان پر نشانہ لگاتے تھے اس کی ممانعت فرمادی اسلام نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے بھی منع فرمایا:

’’نهی النبی ﷺ عن التحریش بین البهائم‘‘[۲]

نبی ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی جانور کو نشانہ بناتا ہے اسی طریقہ سے زندہ جانوروں کو مثلہ کرنے یعنی ان کا کوئی زندہ عضو کاٹنے پر لعنت بھیجی ہے۔[۳]

’’رأی النبی ﷺ حمارا موسوم الوجه فانکر ذالك وقال والله

[۱] بخاری کتاب الذبائح والصید باب الخذف والبندقة
[۲] ابوداؤد (۲۵۶۲، ترمذی: ۳۱۹/۱
[۳] مسلم کتاب الصید والذبائح باب النہی عن صبر البہائم

لا أسمه الا فی اقصٰی شی من الوجه ''

آپ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا چنانچہ اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور کہا قسم اللہ کی! میں اسے چہرہ سے انتہائی دور جگہ پر داغتا ہوں۔

یہ صحیح حدیث ہے اس کو مسلم ۱۶۳/۶۔۱۶۴ نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے اور اتنا زیادہ ذکر کیا ہے ''فأمر بحمار له فکوی فی جاعرتیه فهو اول من کوی الجاعرتین ''پھر آپ نے ایک گدھا منگا کر اس کی جاعرتین داغ دیا تو آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جاعرتین کو داغا جاعرتین سرین کے دونوں اوپری کنارے جو دُبر سے متصل ہوتے ہیں۔

چیونٹیوں تک کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت ہے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں تھے صحابہ بھی ساتھ تھے ایک مقام پر پڑاؤ ہوا آپ ایک ضرورت سے تشریف لے گئے واپس آئے تو دیکھا کہ ایک صحابی نے ایسی جگہ چولھا جلایا ہے جہاں چیونٹیوں کی سوراخ تھی آپ نے پوچھا یہ کس نے کیا صحابی نے عرض کیا میں نے فرمایا اس کو جلدی بجھا دو۔[1]

بعض صحابہ نے چیونٹیوں کا گھر جلا دیا تھا آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا آگ کی سزا دینا صرف اللہ کے لئے سزاوار ہے۔[2]

جانوروں کو ستانا گناہ ہے لیکن عام طور پر لوگ اس کا لحاظ نہیں کرتے رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں اس کی ممانعت فرمائی کہ تم لوگ جانوروں کو جس طرح ستاتے ہو اگر اللہ اس کو معاف کر دے تو سمجھو کہ اس نے تمہارے بہت سے گناہ معاف کر دیئے۔[3]

---

[1] مسند احمد: ۳/۱

[2] أبوداؤد کتاب الجهاد باب کراهیة حرق العدو فی النار

[3] مسند احمد: ۴۴۱/۶

جس طرح جانوروں کو ستانا اور ان کو ایذا پہونچانا گناہ ہے اسی طرح ان کو آرام پہنچانا ثواب کا کام ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ سبق آموز واقعہ بیان فرمایا کہ:

'' ان رجلا وجد کلبا یلهث من العطش فنزل بئرا فملأ خفه منها ماء فسقی الکلب حتی اوی قال الرسول ﷺ ذکر الله له فغفر له فقال الصحابة ان لنا البهائم لاجرا یا رسول الله! قال فی کل ذات کبد رطبة أجرا''[1]

ایک شخص کہیں جا رہا تھا اس کو پیاس لگی اتفاق سے ایک کنواں نظر آیا اس نے کنویں میں اتر کر پانی پیا باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے زبان نکالے کیچڑ چاٹ رہا ہے اس کو اس پر ترس آ گیا دوبارہ کنویں میں اتر کر پانی لا کر اس کو پلایا اللہ نے اس کے صلہ میں اس کو بخش دیا یہ واقعہ سن کر صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی اجر ملتا ہے فرمایا: ہر جاندار کے ساتھ سلوک کرنا ثواب ہے۔

انسان جو درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے اس کے پھل اور غلے انسان یا جانور کھاتا ہے یا جو چڑیا چگتی ہیں وہ بھی صدقہ ہے۔[2]

جانوروں پر شفقت کی انتہاء یہ ہے کہ غصہ اور جھنجھلاہٹ میں ان پر لعنت بھیجنے تک کی ممانعت ہے۔[3]

سفر و حضر ہر حالت میں جانوروں کی آرام و آسائش کا خیال رکھنا چاہیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لوگ سرسبزی اور شادابی کے زمانہ میں سفر کرو تو

---

[1] بخاری کتاب الادب رحمة الناس والبهائم (۴۳۰۶)، مسند احمد بن حنبل: ۲۲۲/۲۔۱۷۵/۴، سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب ما یؤمر به من القیام علیٰ الدواب والبهائم: ۲۴/۳ حدیث: ۲۵۵۰

[2] بخاری ابواب الحرث والمضارعة فضل الزرع والفرس اذا أکل منه

[3] مسلم کتاب الصید والذبائح باب نهی عن لعن الدوّاب وغیرها

اونٹوں ا کو سرسبزی سے فائدہ پہنچاؤ اور جب قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو ان کو تیزی کے ساتھ چلاؤ۔[۲]

تا کہ قحط کے زمانہ میں ان کو چارہ کی جو تکلیف ہوتی ہے اس سے جلد نجات مل جائے آپ نے ایک بار فرمایا کہ:

''اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ اللہ نے صرف اس لئے تمہارا تابع کیا ہے کہ تم کو وہ ایسے مقامات پر آسانی کے ساتھ پہونچادیں جہاں تم مشقت اٹھانے کے بعد پہونچ سکتے اللہ نے تمہارے لئے زمین پیدا کیا ہے اس لئے اپنی ضرورتیں اسی پر پوری کیا کرو''۔[۳]

رحمت الٰہی کا مستحق کون؟:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس ''[۴]

اللہ تعالی اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

رحم وشفقت کا جذبہ اللہ تعالی کا ایک انعام ہے اس سے بہرہ ور ہونا حقیقتا ایک سعادت اور اس سے محرومی شقاوت ہے حدیث میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک عورت نے بلی کو پکڑ کر باندھ دیا اور اسے کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ خود چل پھر کر کھالیتی یہ عورت اس بے رحمی کی وجہ سے جہنم کی مستحق ہوگئی۔

اس کے برعکس ایک اور واقعہ یہ بیان ہوا ہے کہ ایک بدکار عورت ایک کنویں کے کنارے سے گذری جس کے پاس ایک کتا شدت پیاس سے ہانپ رہا تھا اور

---

۱ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے عہد خلافت میں مصر کے عامل کو لکھا کہ مصر کے اونٹوں پر ہزار رطل لادتے ہیں اب تم قانون بنادو کہ چھ سو رطل سے زیادہ نہ لادا جائے (سیرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ص:۶۶)

۲ مسلم کتاب الامارۃ باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر والنہی عن التعریش فی الطریق

۳ أبوداؤد کتاب الجہاد باب الوقوف علی الدوابۃ

۴ صحیح بخاری کتاب الأدب باب رحمۃ الوالد:۱۲/۳۵ حدیث:۵۹۹۷

قریب تھا کہ پیاس سے مرجاتا اس عورت نے اپنا موزہ اتار کر اسے اپنی چادر سے باندھا اور اسے کنویں میں لٹکا کر اس سے اس کتے کے لئے پانی کھینچا اور اسے پانی پلادیا تو اللہ تعالی نے اسے اس کے اس عمل کی وجہ سے بخش دیا۔[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عن انس قال کنا اذا نزلنا منزلاً لا نسبح حتی نحل الرحال ''[۲]

حضرت انسؓ کہتے ہیں جب ہم سفر میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو ذکر وتسبیح و نماز میں نہ لگتے جب تک کہ اپنی سواریوں کے اوپر سے کجاوے وغیرہ نہ اتار لیتے۔

موذی جانور کتا، بھیڑیا، سانپ، بچھو، چوہا اور اسی طرح دوسرے جانور قتل کئے جائیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم الحیۃ والغراب الأبقع والفارۃ والکلب العقور الحدُیا''[۳]

پانچ جانور حلال وحرام میں قتل کئے جائیں سانپ، کوا، چوہا، زخمی کرنے والا کتا اور چیل اور اسی طرح بچھو کو ماردینا۔ اور اس پر لعنت کرنا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

کسی مصلحت کے تحت جانوروں کے کانوں پر آگ کے ساتھ نشان لگانا جائز ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صدقہ کے اونٹ کو داغ لگائے تھے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کے علاوہ کسی اور جانور کو آگ سے داغ لگانے کی ممانعت ہے آپ ﷺ نے ایک گدھا کو دیکھا کہ اس کے منھ کو آگ سے داغا گیا تھا

---

۱ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب:۱۷

۲ سنن أبی داؤد کتاب الجہاد باب فی نزول المنازل:۳/۲۴ حدیث:۲۵۵۱

۳ صحیح مسلم مع المنہاج کتاب الحج باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرام :۸/۲۴۸ حدیث:۶۷،۶۸،۶۹

فرمایا:

’’ان النبی ﷺ مرّ علیه حمار قد وسم فی وجهه فقال لعن الله الذی وسمه ‘‘[۱]

اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اس چہرہ کو داغا ہے۔

گھوڑوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’الخیل ثلاثة هن لرجل آجر ولرجل ستر وعلی رجل وزرٌ فاما الذی هی له اجرٌ فرجل ربطها فی سبیل الله فأطال طیلها فاستنت شرفا أو شرفین کانت آثارها وارواثها حسنات له هو لذالك الرجل آجر ورجل ربطها تغیا و تعففا ولم ینس حق الله فی رقابها ولا ظهورها فهی له ستر ورجل ربطها فخرا و ریاءاً و نواءً فهی علیه وزر ‘‘[۲]

گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک باعث ثواب دوسرے عذاب سے بچاؤ اور تیسرا گناہ انسان کے لئے باعث ثواب وہ گھوڑا ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے ہے وہ کسی چراگاہ یا باغ میں رسی سے بندھا جہاں تک چرے گا اس کے لئے ثواب ہے اور اگر رسی توڑ کر جائے گا تو اس کے نشانہائے قدم پر یہ گھوڑا مالک کے لئے باعث اجر و ثواب بنے گا اور پائخانہ اس کے لئے نیکیاں ہوں گی دوسرا گھوڑا وہ ہے جو بے نیازی کے تحت حاصل کیا اور مالک اس کے بارے میں اللہ کے حقوق کا احترام کرتا ہے تو وہ اس کے لئے تکبر کے عذاب سے بچاؤ ہے اور تیسرا وہ گھوڑا جو فخر اور تکبر کے طور پر اسلام دشمنی میں لیا گیا ہو یہ اس کے لئے گناہ ہے۔

❁❁❁

۱ صحیح مسلم مع المنہاج کتاب اللباس باب النہی عن ضرب الحیوان :۱۴/۲۸۰ حدیث: ۱۰۷ (۲۱۱۷)

۲ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الخیل الثلاثۃ :۶/۱۵۳ حدیث: ۲۸۶۰

علماء کے حقوق

علماء انبیاء کے وارث ہیں سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے: ’’قلوب الابرار تغلی بالبرّ و قلوب الفجار تغلی بالفجور ‘‘ نیکوکاروں کے دلوں سے نیکی کا چشمہ پھوٹتا ہے اور فاجروں کے دلوں سے فسق و فجور کے شعلے اٹھتے ہیں۔

علم مال سے بہتر ہے علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے، علم عالم کی زندگی میں اسے عزت و عظمت عطا کرتا ہے اور وفات کے بعد اس کے ذکر خیر کا سبب بنتا ہے جبکہ مال ختم ہونے کے ساتھ اس کا ذکر بھی ختم ہو جاتا ہے کتنے ہی اہل ثروت مر گئے انکا کوئی نام لیوا نہیں جبکہ علماء اس وقت ذکر خیر میں زندہ رہیں گے جب تک دنیا باقی ہے جسمانی اعتبار سے وہ غائب ہیں لیکن ان کی خوشگوار یادیں، ان کی دینی خدمات دلوں میں موجود ہیں عالم باعمل کو دنیا و آخرت دونوں جگہ اونچا مقام ملتا ہے علم شرافت میں اضافہ کرتا ہے اور ایک غلام کو بھی بلند مقام پر پہونچا دیتا ہے جو دولت مندوں کو کبھی نہیں ملتا۔

ابوالطفیل سے روایت ہے کہ نافع بن حارث مقام عفان پر حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملے حضرت عمرؓ نے ان کو مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا آپ نے ان سے ملتے ہی پوچھا مکہ والوں پر کس کو ذمہ دار بنا کر آئے ہو انہوں نے کہا ابن ابزی کو۔ آپ نے پوچھا ابن ابزی کون ہے؟ انہوں نے کہا میرے غلاموں میں سے ایک غلام ہے حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

’’ان الله یرفع بهذا الکتاب اقواما و یضع به آخرین ‘‘(صحیح مسلم بروایت عمر)

اللہ اس کتاب کے ذریعہ بعض قوموں کو اوپر اٹھاتا ہے اور بعض کو پست کرتا ہے۔

قرآن مجید نے اہل علم کا مرتبہ اس طرح واضح کیا ہے:

﴿یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾[۱]

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کا درجہ بلند کرتا ہے اور ان کے بھی کئی گونہ درجات بلند کرتا ہے جن کو علم ملا ہے۔

مقام علم: –قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو سب سے بڑا معلّم ٹھہرایا ہے ارشاد ہے:

﴿وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

وہ کتاب حکمت کا معلم ہے اور ان علوم کا معلم ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔

آنحضرت ﷺ دعا فرماتے تھے:

”رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً“ اے رب میرے علم میں زیادتی عطا کر

علماء کا مرتبہ: –آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”ان امرکم ان تقبل صلاتکم فلیومّکم علماء کم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم“[۲]

یعنی اگر تم کو اپنی نمازوں کی قبولیت پسند ہو تو چاہئے کہ تمہارے علماء تمہاری امامت کریں تمہارے درمیان اور تمہارے رب کے درمیان یہ علماء وفد اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”ذو السلطان و ذو العلم احق بشرف المجلس“[۳] بادشاہ وقت اور اصحاب علم مجلس کے ممتاز مقام بیٹھنے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ممتاز صحابی رسول ہونے کے باوجود اپنے سے زیادہ علم والے کی تکریم و تعظیم فرماتے حضرت مجاہد مشہور تابعی اور قرآن مجید کے سب سے

---

[۱] المجادلۃ:۱۱

[۲] منتخب کنز العمال:۴۴۶/۳ [۳] منتخب کنز العمال:۴۰۷/۳

بڑے مفسر ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کی خدمت کرتے اور سواری کے وقت امام مجاہد کے رکاب کو تھام کر سوار کرتے۔[۱]

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اکرموا العلم فانھم ورثۃ الانبیاء فمن اکرمھم فقد اکرم اللہ ورسولہ“[۲]

تم اہل علم کی عزت کرو اس لئے کہ یہ لوگ پیغمبروں کے علوم کے وارث ہوتے ہیں جس شخص نے ان کی عزت کی اس نے اللہ ورسول کی عزت کی۔

علم کی عزت اہل علم کرتے ہیں: –علامہ ابوعبید قاسم بن سلامؒ ایک بڑے پایہ کے محدث اور اعلیٰ کتابوں کے مصنف ہیں ایک بار امیر وقت طاہر بن عبیداللہ نے حضرت ابوعبیدہ سے سماع حدیث کی درخواست کی اور خواہش ظاہر کی کہ میرے مکان پر آکر سنائیں حضرت ابوعبیدہ نے منظور نہیں کیا اور کہا کہ تم خود آکر میرے پاس سنو لیکن حضرت علی بن مدینی وغیرہ تشریف لائے کہ ابوعبیدہ کے حدیث کو سنیں تو ابوعبیدہ نے اپنی کتابوں کو ہمراہ لے کر خود ان بزرگوں کے مکان پر جا کر سنا۔[۳]

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ایک نادر واقعہ: –لکرہوا بازار ضلع بستی کے ایک جلسہ منعقدہ مارچ ۱۹۵۰ء کے واپسی میں مولانا ابوفاء شاہجہاں پوری نے جناب مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں شملہ میں مولانا آزاد سے قادیانیوں کے سلسلہ میں ملاقات کی عرض سے گیا تو مولانا آزاد دوپہر والے لباس میں فوراً دروازہ پر آئے اور مجھے اپنے دومنزلہ کمرہ میں لے گئے اور اس وقت یہ واقعہ سنایا کہ ابھی ابھی مجھ سے گاندھی جی ملنے آئے تھے تو میں نے ان کو واپس کر دیا کیونکہ ہمارے اور گاندھی جی کے درمیان ملاقات کا جو وقت مقرر تھا اس کے خلاف وہ چار منٹ دیر کر کے آئے تو

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ:۸۶/۱

[۲] تاریخ خطیب بغدادی:۳۸/۴ [۳] صفوۃ الصفوۃ:۱۰۶/۴

میں نے ان کو جواب دیا کہ اب میرے پاس وقت نہیں ہے پھر کہا کہ مولانا میں دنیا کے کسی صدر، رئیس، وزیر اعظم کو کوئی جگہ نہیں دیتا ہوں لیکن اہل علم کا تو میں خادم ہوں ۔[1]

حضرت سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں:

''ارفع الناس منزلة من كان بين الله و بين عباده وهم الانبياء والعلماء ''[2]

یعنی جو لوگ اللہ اور انسان کے درمیان سفارت کا کام کریں وہ سب سے بڑے مرتبہ کے لوگ ہیں اور یہ انبیاء و علماء ہیں۔

علماء کے معاش کا انتظام:- ہمیشہ سے اہل علم کی خدمت خلفائے اسلام کرتے رہے امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں خلافت راشدہ کے ایسے وظائف و عطیات کا تذکرہ فرمایا ہے علامہ شمس الدین ذہبی نے بھی جستہ جستہ واقعات کا تذکرہ کیا ہے علامہ ابن جوزی نے بھی بہت سے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔

خلیفہ ہارون رشید ایک بار سفر حج میں گیا تو حضرت سفیان بن عیینہ کے پاس کسی مسئلہ میں خود حاضر ہوا تھوڑی دیر تک بات چیت کی جب واپس ہونے لگا تو پوچھا کہ آپ مقروض تو نہیں ہیں حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہاں مجھ پر قرض کا بار ضرور ہے ہارون نے اپنے خزانچی سے کہا ''اقض دينه'' یعنی آپ کے قرض ادا کردو۔[3]

علماء کی پوشیدہ امداد:- محدث ابراہیم حربی انتہائی عسرت و تنگی سے زندگی گزارتے تھے خلیفہ معتضد باللہ نے ہزار اشرفی کی تھیلی بھیجی آپ نے قبول نہیں کیا مگر کچھ لوگوں کے ہدیے ونذرانے کھانے وغیرہ قبول فرمالیتے اہل دل حضرات اشرفیاں و درہم تھیلی میں رکھ کر تحفہ لکھ کر پوشیدہ آپ کے گھر میں ڈال دیتے تھے آپ اسے قبول

۱؎ حقوق و معاملات ص:۱۱

۲؎ صفوۃ الصفوۃ:۱۳۱/۲ ۳؎ صفوۃ الصفوۃ بحوالہ حقوق و معاملات ص:۱۰۲

فرمالیتے خراسان کے ایک حاجی کی طرف سے چاندی کے سکوں سے لدے ہوئے دو اونٹ ابراہیم حربی کو پیش کیا گیا آپ نے اسے قبول فرمایا اور پھر آپ نے بھیجنے والا کا پتہ پوچھا قاصد نے کہا کہ مجھ کو نام نہ بتانے پر قسم لیا گیا ہے۔[1]

علماء کے لئے وظیفہ:- مامون رشید کے دور میں علماء کرام کا وظیفہ مقرر تھا جو ان کو گھر بیٹھے مل جایا کرتا تھا جب فتنہ خلق قرآن اٹھا تو اس میں بہت سے علماء حق کا وظیفہ بند ہو گیا عفان بن مسلم بصرہ کے ایک صاحب تقویٰ بزرگ ہیں ان سے مامون رشید نے اپنے گورنر کے ذریعہ مسئلہ خلق قرآن کے متعلق معلوم کیا کہ اگر یہ قائل ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا وظیفہ بند کردو آپ کو پانچ سو ماہوار ملتا تھا جب آپ خلق قرآن کے منکر ہوئے تو یہ سرکاری وظیفہ بھی بند ہو گیا پھر شہر کے ایک تیل فروش تاجر نے آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ وظیفہ بند ہونے کا غم نہ کریں اور ہزار روپئے ماہانہ میری طرف سے قبول کریں یہ پہلی قسط ایک ہزار حاضر ہے۔[2]

خدمت علم پر ایک تنقید کا جواب:- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ پر کچھ مقامی لوگوں نے اعتراض کیا کہ اپنی دولت کو ادھر ادھر کے دوسرے شہروں میں بھیجتے ہیں اور اپنے شہر کو محروم رکھتے ہیں فرمایا کہ میں ان اصحاب فضل کو جانتا ہوں جنہوں نے علم حدیث کو اچھی طرح حاصل کیا لیکن مالی اعتبار سے وہ محروم ہیں پس اگر ہم ان کو چھوڑ دیں گے تو ان کا علم ضائع ہوجائے گا اور اگر ان کو مطمئن کردیں گے اور مالی فکروں سے آزاد کردیں گے تو امت محمدیہ کو ان کے علم کا فیض پہونچے گا اب تو نبوت ختم ہوچکی ہے علوم نبوی کو پھیلانے اور اس کی اشاعت کرنے کے لئے سب سے بڑا وسیلہ وذریعہ صرف یہ علمائے کرام ہی رہ گئے ہیں۔[3]

۱؎ صفوۃ الصفوۃ:۲۳۰/۲

۲؎ صفوۃ الصفوۃ:۴/۴ ۳؎ تاریخ خطیب بغدادی بحوالہ حقوق و معاملات ص:۱۰۴

اسلام پر بعض اعتراضات کا جائزہ

اسلام اور تعددّ زوجات:۔اس زمانہ میں ہندو، عیسائی، پارسی بالاتفاق اسلام کے مسئلہ تعدد زوجات پر زبان کشائی کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ کوئی عیسائی، کوئی ہندو، کوئی پارسی اپنی مذہبی کتاب سے تعدد زوجات کے خلاف کوئی حکم نکال کر تو دکھائے۔

بائبل اور تعددّ زوجات:۔ آج یورپ میں ایک بیوی کا رواج پایا جاتا ہے مگر اس کی بنیاد تو وہ قانون ہے جو سولہویں صدی میں بنایا گیا۔ نہ کہ مذہب!!! عیسائیوں میں تو ایسے فرقے موجود رہے ہیں اور امریکہ میں اب تک موجود ہیں جو ایک سے زیادہ شادی کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں وہ حزقیل نبی کی کتاب سے استدلال کرتے ہیں جہاں خدا نے اپنی دو جوروؤں کا حال بیان کیا ہے۔ نیز متی کی انجیل سے دلیل پکڑتے ہیں جہاں مسیح نے ایک دولہا کے انتظار میں دس کنواریوں کا شب بیداری کرنا، پانچ کا سو جانا، پانچ کا دولہا کے ساتھ نکاح کے کمرہ میں داخل ہونا بیان کیا ہے۔

انیسویں صدی کے نصف آخری کا واقعہ ہے کہ امپرر جرمنی ولیم فسٹ کی ۳۱ جورواں منکوحہ تھیں۔

ہندو دھرم اور تعددّ زوجات:۔ سری رام چندر جی کی امہات ثلثہ، راجہ پانڈو کی دو مہارانیاں، سری کرشن جی آٹھ مہارانیاں (کرشن چرتر مصنفہ لالہ لاجپت رائے) سب کو معلوم ہیں۔

منوسمرتی میں ہے: ایک مرد کی بہت سی عورتوں میں سے اگر ایک بیٹے والی ہو تو منو جی نے ان سب کو بیٹے والی کہا ہے، ادھیا۹ فقرہ ۱۸۳۔ منوسمرتی ادھیا۹ کے فقرات (۸۰) و (۸۱) و (۸۲) میں بھی ایک سے زیادہ شادی کرنے کا ذکر ہے۔

راجا اور عورتیں:۔ عمدہ منتخب، ہار سنگار والیاں، چپ چاپ رہنے والیاں، پنکھا کرنے والیاں، پانی دینے والیاں، خوشبو لگانے والیاں، عورتیں راجا کی خدمت کریں، منوسمرتی ادھیائے فقرہ ۲۲۱۔

محل میں اپنی بیویوں کے ساتھ کھانا کھانے کو جاوے۔ ادھیائے فقرہ ۲۲۴۔

یہود اور تعددّ زوجات:۔ یہود اپنے تسلیم کردہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابراہیم و یعقوب و داؤد و سلیمان علیہم السلام کے حالات پڑھیں۔ آخری حوالہ کے ساتھ ہزار بیویوں کا ہونا معلوم ہو جائے گا۔

مصریوں، بابلیوں، پارسیوں میں بھی تعدد زوجات کے نمونے پائے جاتے ہیں۔

الغرض دنیا میں کسی قوم کسی مذہب کے پاک نوشتے نے تعدد زوجات کے خلاف ذرا بھی اشارہ نہیں کیا۔

اسلام کا حکم وحید:۔ البتہ قرآن مجید ہے جو دو، تین چار تک ذکر فرما کر ارشاد کرتا ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء:۳)

اگر بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکنے کا اندیشہ بھی ہو تب صرف ایک بیوی کرو۔

ہر ایک شخص آگے اور 'تب صرف ایک بیوی' کے الفاظ اپنی کتاب پاک سے نکال کر دکھلائے۔

اسلام اور غلامی:۔ غلامی کا وجود تو اسلام سے بھی ہزاروں سال پیشتر ہندوستان، چین، مصر، فلسطین، یوروپ کی تواریخ سے ثابت ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ہم پر اعتراض کرنے والوں میں سے کسی کے مذہب نے بھی اس مسئلہ کی اصلاح یا اس کی مخالفت میں زبان کھولی ہے۔

مقدس پولوس تو یوں فرماتے ہیں: ''اے غلامو تم اپنے آقاؤں سے ایسے ہی تھرتھراتے رہو جیسے خدا سے۔ منو جی مہاراج فرماتے ہیں کہ شودروں کے نام داس پر رکھے جائیں۔ ادھیا۲ فقرہ ۳۲۔ رشی دیانند جی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

غور کیجئے کہ غلامی یہ ہے کہ ہزاروں سینکڑوں سالوں میں لاکھوں پشتیں گذر جائیں مگر غلامی کا خاتمہ نہ ہو سکے۔

مسلمانوں کی غلامی کو سمجھنا ہو تو دیکھو کہ نبی ﷺ کی آغوش پاک میں دو بچے ہیں

ایک حسنؓ جو حضورؐ کے نواسہ ہیں، دوسرے اسامہ بن زیدؓ جن کو دنیائے ضریر غلام ابن غلام سمجھتی ہے اور نبی ﷺ فرما رہے ہیں: ''اے رب میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو کوئی ان سے محبت کرے تو بھی ان سے محبت کر'' سالمؓ ابو حذیفہ کے غلام تھے مگر راہ ہجرت میں گروہ مہاجرین کے وہی پیش امام تھے، زیدؓ زرخرید غلام تھے مگر سریّہ موتہ میں جعفر طیارؓ یعنی علیؓ کے حقیقی بڑے بھائی ان کی ماتحتی میں کام کرتے تھے، صہیب رومیؓ غلام تھے اور فاروق اعظم نے اپنے مرض الموت میں انہی کو مسجد نبوی کا امام تا انتخاب خلیفہ راشد مقرر فرمایا تھا۔ عکرمہ وقتادہؓ غلام ہیں اور کتب تفاسیر میں یہی سید المفسرین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ امام حسن بصریؒ کنیزک زادہ تھے لیکن آج صوفیاء کے چار خاندان چودہ خانوادوں کے مسلمہ امام یہی ہیں۔ نافعؒ غلام تھے لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آسمان کے تلے روایت حدیث کا جو سلسلہ سب سے زیادہ صحیح موجود ہے وہ مالک عن نافع عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سلسلہ ہے۔

امامت دینی کے بعد اب سیادت دنیوی کے نظائر پر غور کرو۔

محمود سبکتگین غلام بن غلام تھا لیکن شاہان خوارزم و بخارا و ترکستان اس کی اطاعت پر متفخر تھے۔ امیر المومنین اسے یمین الدولہ کے لقب سے یاد کرتے تھے، ذو الیمینین طاہر غلام تھا، لیکن مامون رشید کے عساکر کا قائد اعظم وہی تھا، شہر قاہرہ اور وہاں کی مشہور عالم یونیورسٹی کا بانی جوہر غلام تھا، جبرالٹر اور ماورائے جبرالٹر کا فاتح اسلامی طارق ہے جو غلام تھا، اسی کے نام پر اس پہاڑ کو جبل طارق کہا گیا جسے آج تک مغربی زبان کے تصرفات نے جبرالٹر بنا دیا ہے۔ ہندوستان کا پہلا اسلامی بادشاہ ایبک تھا جو غیاث الدین غوری کا غلام تھا، التمش اور بلبن بھی غلام تھے، مصر میں بھی خاندان غلامان کی حکومت بہت لمبی رہی ہے جیسا کہ تاریخ ہندوستان میں بھی سلطنت غلامان کا علیحدہ ہی باب دکھلایا جاتا ہے۔ ان حوالجات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب کوئی شخص مسلمانوں کا غلام بنا تو اسلام نے اس کے لئے بادشاہت اور امامت کے دروازے کھول دیئے۔ یہ خود اسکی قابلیت ہے کہ کتنی ترقی کرے اور کس طرف ترقی کرے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ لفظ غلام لفظ داس کا ترجمہ نہیں، داس کا ترجمہ تو عبد ہے اور اسلام میں حرام کر دیا گیا ہے کہ کوئی انسان دوسرے انسان کا عبد کہلائے۔

غلام کا ترجمہ نوجوان ہے اور یہ وہ پیار، محبت اور بہترین آرزوؤں کے مجموعہ کا لفظ ہے کہ عرب والدین اپنی اولاد کو اسی نام سے پکارا کرتے ہیں، اگر دنیا کی کسی قوم، کسی مذہب نے ان مصیبت زدگان کی حالت درست کرنے کے لئے اسلام کے برابر مساعی کی ہوں تو ان کا اظہار ہونا چاہئے، لیکن اسلام ان ترقیات پر بھی ان کی حالت سے غافل نہیں ہو جاتا بلکہ فک رقبہ، عتاق، کتابت کے مزید حقوق غلاموں کو عطا کرتا ہے۔

آزادی غلام کے یہ معنی نہیں کہ قیدی کو جیل سے رہا کر دیا گیا اور اس کے بعد سپرنٹنڈنٹ جیل کو ایک منٹ کے لئے یہ خیال نہ آئے گا کہ اس رہائی یافتہ کی آئندہ کی زندگی کا کیا سامان ہو گا، لیکن اسلام تو آزاد کنندہ اور آزاد شدہ کے درمیان رشتہ ولا ولا قائم کرتا ہے اور اس رشتہ کا اثر یہاں تک محکم ہوتا ہے کہ آزاد شدہ آزاد کنندہ کا وارث ہو سکتا ہے اور آزاد کنندہ آزاد شدہ کا وارث بن سکتا ہے اور یہ وہ حقوق ہیں جو خون کا رشتہ پائے جانے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

نبی ﷺ نے غلامی کے منصب کو بلند کرنے میں جو مثال قائم فرمائی وہ عدیم المثال ہے یعنی اپنی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح ایک ایسے مرد صالح سے کر دیا جو سب کے سامنے چار سو درہم میں خریدا گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اسلام ہی ہے جس نے غلامان (اسیران جنگ یا زرخریدگان یا اولاد زرخریدگان یا ہبہ میں آئے ہوئے غلاموں) کو انسانیت اور تمدن اور حقوق میں آزاد ترین انسان کے برابر بنایا۔ یہ یاد رکھئے کہ اسلام نے کسی جرم کی سزا میں کسی آزاد کو غلام بنانے کا مستوجب قرار نہیں دیا جس کو منوجی مہاراج نے ادھیا ۸ فقرہ ۴۱۵ میں نیز دیگر مقامات پر تجویز فرمایا ہے۔

اسلام اور پردۂ نسواں: - کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اس لئے تبلیغی مذہب ہونے کی صلاحیت نہیں کہ اس میں عورتوں کو قید رکھنے اور گھر کی چار دیواری کو جیل کی چار دیواری بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

میں باور کرتا ہوں کہ اعتراض بہت کچھ ناواقفیت پر مبنی ہے اول تو یہ سمجھنا چاہئے کہ پردہ عورت ذات کا فطری خاصہ ہے جن ممالک میں عورتوں کو مردوں کے برابر آزاد سمجھا جاتا ہے وہاں کی عورتوں کی ملاقات اوران کے کمرہ میں آنے جانے کے آداب زیادہ خاص ہیں۔دوم ہندوستانیوں کو ہندوستان کے واحد مقنن مذہب منوجی مہاراج کی سننا چاہئے۔

(۱)عورت کھلی رکھنے کے قابل نہیں۔ادھیا۹فقرہ۳

(۲) عورتوں کو ذرا ذرا سی بری صحبتوں سے بچانا چاہئے غیر محفوظ عورت دونوں طرف کے خاندان کو بدنام کرتی ہے ادھیا نمبر۹فقرہ۵۔

(۳) شریف آدمی خواہ عورت کو گھر سے پردہ میں بھی رکھیں تاہم وہ غیر محفوظ ہے۔ادھیا۹فقرہ۱۲۔

(۴) عورت نہ شکل کو دیکھتی ہے نہ عمر کو،مرد خواہ خوبصورت ہو یا بدصورت یہ اسی سے پھنس جاتی ہے۔۹۔۱۴منوسمرتی۔

فقرات بالا سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ عورت کے پردہ کا ذکر منوجی نے بھی کیا اورضروریات پردہ کی وجوہ اوردلائل بھی بتلائے جسے زمانہ حال کا فلاسفر کہدے گا کہ یہ تو صاف طور پر عورتوں کی خودداری اوراعتماد پر حملہ ہے۔

اب اسلام کا حکم معلوم کرو اوراسکی وجہ بھی،احکام اسلامیہ میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ہرایک حکم کی علت وغایت بیان کردی جاتی ہے ذرا ذیل کے مثالوں پر غور کرو:

نماز کا حکم دیا تو اسکی وجہ بھی بتلادی:﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾(طٰہ:۱۴) میری یاد کے لئے نماز کی پابندی کرو۔روزہ کا حکم دیا تو اس کا ثمرہ بھی بتلایا:﴿لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾(البقرۃ:۱۸۳)روزے رکھو شاید تم متقی بن جاؤ۔زکوۃ کا حکم دیا تو اس کی غایت بھی بتلادی:﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ﴾(ابراھیم:۷)شکر کروگے تو میں تم کو اور بڑھادوں گا۔حج کا حکم دیا تو اسکے فوائد بتلائے:﴿لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ﴾(الحج:۲۸) تا کہ اس اجتماع سے قومی،ملی،طبعی مدنی،مادی روحانی فائدوں کا مشاہدہ کرو۔

اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو جب ستر اور پردہ کا حکم دیا تو اس کی وجہ بھی بتلادی:﴿فَلَا یُؤْذَیْنَ﴾کہ کوئی ان کو ایذا نہ دے کوئی ان سے چھیڑ نہ کرے(الاحزاب:۵۹)

ایک منصف معلوم کرسکتا ہے کہ اسلامی پردہ کا حکم عورتوں کے احترام کے لئے ہے اور منوجی مہاراج کا حکم دیکھو وہ بالکل دوسرا رخ ظاہر کرتا ہے،اسلامی حکم سے تو گردوپیش کی بری سوسائٹی کے برے ممبروں کی برائی کا پتہ لگتا ہے اور سمرتی میں برائی کو عورت ذات میں بتایا گیا ہے۔اگر ہر مذہب کا شخص قرآن پاک کے اس حکم کا پابند ہوجائے کہ ہمیشہ نیچی نگاہ رکھتے ہوئے چلا کرے،اگر سب مرد سیدنا مسیحؑ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اس متفقہ ارشاد کو پیش نظر رکھیں کہ بیگانی عورت کو دیکھنا آنکھ کا زنا ہے اور بری خواہش کا دل میں آنا دل کا زنا ہے تو بیشک شریف خواتین کو﴿فَلَا یُؤْذَیْنَ﴾کے اندیشہ سے رہائی مل سکتی ہے۔

اب میں معترض سے پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارے گردوپیش کی آبادی دل کی پاکیزگی اوراخلاق کی طہارت میں مندرجہ بالا درجہ حاصل کرچکی ہے۔اگر ہمارے دوست کی زبان اعتراف صحیح کے لئے کھل نہ سکے تو ان کو اسلام پر اعتراض کرنے سے پیشتر خود ایسی سوسائٹی پر اعتراض وارد کرلینا چاہئے،یہ مجھے مناسب نہیں کہ اس مقام پر یوروپ وایشیا کے حسن وعشق کے قصوں اور سرگذشتوں کا ذکر کروں بہرحال مسئلہ کا حل خود انہی معترضین کے ایمان وتقویٰ اور ضمیر وراستبازی پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ہاں نہایت وثوق سے یہ فقرہ لکھنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ اسلام کا صنف لطیف کے حفظ واحترام میں ایسا حکم جاری فرمانا بھی اس کے عام تبلیغی مذہب ہونے کی دلیل ہے۔

اسلام اور جنگ:۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام جنگجو مذہب ہے اوراس لئے وہ دنیا کا تبلیغی مذہب نہیں ہوسکتا۔

میں نہیں سمجھ سکا کہ کہنے والے کے سامنے کون سے واقعات تھے جن کی بنیاد پر اس نے اسلام کو جنگجو کہنے کی جرأت کی۔

کیا ہمارا باخبر دوست ان مظالم کو بھول گیا جو نبوت کے ۲۳ سال میں سے ۱۵

سالوں میں عرب کے یہودی، عیسائی، بُت پرست اور دہریہ وغیرہ نے جماعت واحد کی شکل میں متحد ہوکر لگاتار مسلسل جاری رکھے نقصان مال، نقصان عزت، نقصان جان نقصان ثمرات، نقصان اولاد، کونسی شق ظلم کی ہے جسے مسلمانوں کی خلاف استعمال نہیں کیا گیا۔ کیا ہمارا باخبر دوست ایسی مظلوم قوم، راندہ از وطن، مخروج از دیار کے حال پر ذرا سا رحم بھی اپنے دل میں نہیں پاتا۔ کیا وہ مصلحین کے لئے صرف یہی ایک تجویز جانتا ہے کہ بھیڑ بکری کی طرح چپ چاپ کند کارد کے تلے اپنا سر رکھ دیا کریں۔

ہاں ان سے ایثار کے ایسے نمونوں کی توقع رکھنا بھی غلط نہیں اور اس کا ثبوت بھی ۱۵ سال تک برابر دیا گیا لیکن تبلیغ کا دنیا پر سے ناپید ہو جانا قطعاً ناقابل برداشت ہے۔

اسلام کی صلح پسندی اس حکم سے ظاہر ہے: ﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾ (البقرۃ:۲۰۸) اے لوگو صلح کلی کو اپنا مسلک بناؤ۔

اسلام کی نگاہ میں ایک ایک انسان کی جو قدر و قیمت ہے وہ آیات ذیل سے واضح ہو جاتی ہے: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً﴾ (المائدہ:۳۲) اگر کوئی شخص کسی کو قصاص یا جرم بلوہ کے خلاف قتل کرتا ہے وہ ساری دنیا کا قاتل ہے اور جو کوئی شخص ایک جان کو بھی بچالیتا ہے وہ سب کے سب کا بچانے والا ہوتا ہے۔

سعدی شیرازیؒ نے تعلیم اسلام کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے:

بمردی کہ ملک سراسر زمین نیرزد کہ خونے چکد بر زمین

اگر ہمارے دوست کا اشارہ ان غزوات اور سرایا کی جانب ہے جو عہد نبوی میں ہوئے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ ۲ ہجری سے ۹ ہجری تک بیشک مسلمانوں کو اپنے اعداء سے الجھنے کی ضرورت ہوئی میں نے ان غزوات اور سرایا کی تعداد قائم کرنے میں ارخائے عناں سے کام لیا ہے اور کوئی ایسا سریہ بھی جس میں شخص واحد کا بھی قتل ہوا (مقتول خواہ مسلم تھا یا غیر مسلم) یا وہ تعاقب بھی جو ڈکیتی پیشہ لوگوں کا کیا گیا اس تعداد سے باہر نہیں رکھا، ان کی مجموعی تعداد (۸۱) ہوئی، اب اتلاف نفوس کا شمار کیا گیا جو

جانبین سے ہوا ن کا شمار (۱۰۱۸) نکلا یعنی فی جنگ (۲/۱-۱۲) جانبین کے مقتول تھے۔

دیگر مذاہب کے مقتول: -۱- اب کیا میں معترض سے اگر وہ ہندو ہیں، کوروں، پانڈوں کی ۱۸ دن کی لڑائی کے مقتولوں کی تعداد دریافت کر سکتا ہوں ۲- کیا میں معترض سے اگر وہ بائیبل کا ماننے والا ہے حضرت موسیٰ اور یوشعؑ بن نون کے مقتولوں کی تعداد دریافت کر سکتا ہوں ۳- کیا میں معترض سے اگر وہ مسیحیت کا پیرو ہے رومن کیتھولک کے ہاتھوں سے پراٹسٹنوں کے شہیدوں کی اور پراٹسٹنوں کے ہاتھوں سے رومن کیتھولک کے کشتوں کی تعداد معلوم کر سکتا ہوں کیا اکیلے سپین کا محکمہ حفظ بدعات مقتولان سرایا سے دوسو گنا زیادہ کو زندہ نہیں جلا چکا تھا ۴- کیا میں معترض سے اگر وہ جینی مذہب ہوں تو ہندوؤں کے کشتگان ظلم کی تعداد کا سوال کر سکتا ہوں ۵- کیا میں معترض سے اگر وہ آرین نسل سے ہے قدیم ہندوؤں اور ہندوستان کے اصلی باشندوں کے قتیلوں کا کوئی اندازہ پوچھ سکتا ہوں ۶- اسی طرح فرانس اور امریکہ میں جمہوریت قائم کرنے والوں سے اتلاف نفوس کا شمار اور ۷- اسی طرح اب زمانہ حال میں اہل چین سے ہلاکت نوع انسانی کی تعداد معلوم کی جا سکتی ہے؟

کیا اسلام سے عام طور پر ان تمام بربادیوں اور تباہیوں کو چھپایا نہیں جاتا تو پھر (۱۰۱۸) کی تعداد کس حساب میں رہ جاتی ہے جب کہ اس مختصر قربانی کے بعد فرانس سے سہ چند بڑے رتبہ کو بجائے وحشی کے متمدن اور بجائے لا مذہب کے متدین بنا دیا گیا تھا جب کہ ایسے ملکوں میں جن کے اندر قدم رکھنے کی بخت نصر اور سکندر جیسے فاتحین نے بھی جرأت نہ کی ہو اور جہاں کبھی کسی مذہب اور کسی آئین کی حکومت قائم نہ ہوئی ہو وہاں امن بسیط اور ایسی معدلت عامہ قائم ہوگئی تھی جس کے برابر آج تک کسی ملک میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی۔

میں بزور کہوں گا کہ مظلوم ہوکر لڑنا، مجبور ہوکر لڑنا، عدل اور رحم کی حمایت کرتے ہوئے لڑنا، اسی اسلام کا کام ہے جو دنیا کا تبلیغی مذہب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

از علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ (سیشن جج ریاست پٹیالہ)